روداد جماعت اسلامی

حصہ چہارم

۱۹۴۵-۴۶ء

شعبہ تنظیم

فہرستِ مضامین

رُوداد اجتماعِ عام، کُل ہند جماعتِ اسلامی

منعقدہ بمقام الٰہ آباد بتاریخ ۵ تا ۷ اپریل ۱۹۴۶ء

رسالہ ترجمان القرآن پٹھان کوٹ اور اخبار کوثر لاہور کے ذریعہ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ "کل ہند جماعتِ اسلامی کے ارکان کا اجتماعِ عام بمقام ہروارہ (الٰہ آباد) ۵، ۶، ۷، اپریل ۱۹۴۶ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہوگا جس میں تمام ارکانِ جماعت کی شرکت لازمی ہوگی اِلّا یہ کہ کوئی عذرِ شرعی مانع ہو۔ نیز یہ کہ جماعت کے ہمدرد اور اس کے کام سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے احباب میں سے جو حضرات جماعت کے کام اور کارکنوں کو قریب سے دیکھنا اور جماعت کی دعوت اور طریق کار کا عملی مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں وہ بھی تشریف لا سکتے ہیں۔" چنانچہ ۴ اپریل ۱۹۴۶ء کی رات تک تمام ارکان اور بہت سے ہمدرد اور دوسرے حضرات تشریف لے آئے۔ شرکاءِ اجتماع کی جملہ تعداد قریباً دو ہزار تھی۔ اجتماع گاہ اور مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام ہروارہ کی بستی کے بالمقابل لب سڑک خیموں میں کیا گیا تھا جو خوش انتظامی اور سلیقے کی آپ مثال تھا۔ الٰہ آباد اسٹیشن سے اجتماع گاہ تک مہمانوں کو لانے کے لیے بسوں کا انتظام کیا گیا تھا اور ریلوے

اسٹیشن پر مہمانوں کے استقبال اور رہنمائی کے لیے کافی کارکن موجود تھے۔

ملک کے مختلف حصوں سے آنے والوں نے مرکز کی ہدایات کے مطابق بالعموم قافلوں کی شکل میں سفر کیا۔ پنجاب اور صوبہ سرحد کے تقریباً تمام شرکاء مرکز سے آنے والے قافلے کے ہمراہ آئے۔

اگرچہ خواتین ارکان پر اجتماع میں شرکت کی پابندی نہیں تھی لیکن کچھ خواتین بھی اس اجتماع میں شریک ہوئیں چنانچہ اجتماع گاہ میں خواتین کے لیے پردے کا انتظام کیا گیا اور مقامی خواتین کی ایک بڑی تعداد تمام اجلاسوں میں شریکِ اجتماع رہی۔

اجتماع کا افتتاح

۵ اپریل بروز جمعہ صبح ۹ بجے سے اجتماع کا پروگرام شروع ہونے والا تھا۔ اس سے چند منٹ پیشتر قیمِ جماعت نے لاؤڈ اسپیکر پر اجتماع گاہ سے اعلان کیا کہ اجتماع کے شروع ہونے میں اتنے منٹ باقی ہیں۔ تمام لوگ اجتماع گاہ میں حلقہ وار آکر بیٹھ جائیں۔ اس کے چند ہی منٹ بعد، تمام لوگ اجتماع گاہ میں اپنے اپنے حلقوں کے ساتھ خاموش بیٹھے تھے۔ ہر طرف کامل سکون تھا۔ نو بجے اور مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودیؒ، امیرِ جماعت نے اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"معزز حاضرین و خواتین! یہ ہمارا دوسرا کل ہند اجتماع ہے۔ میں گذشتہ چند مہینوں سے مسلسل بیمار چلا آرہا ہوں اور اس سفر کے دوران میں میرے کان میں اس قدر تکلیف رہی ہے اور اب تک ہے کہ میں اس اجتماع کی کارروائی میں حصہ لینے سے معذور رہوں۔ میری نیابت کے فرائض مولانا امین احسن صاحب اصلاحی

انجام دیں گے۔ اگر اللہ نے چاہا تو میں کل رات کے اجتماع میں تقریر کروں گا۔ خُدا آپ کی مدد فرمائے۔"

اس کے بعد مولانا امین احسن صاحب اصلاحی نے افتتاحی تقریر ارشاد فرمائی، جو درج ذیل ہے۔

افتتاحی تقریر، مولانا امین احسن صاحب اصلاحی

حمد و صلوٰۃ کے بعد:

رفقائے جماعت، حاضرین اور خواتین!

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ ہم اپنے سالانہ اجتماع کے لیے اکھٹے ہوئے ہیں، امیر جماعت، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے اجتماع کی کارروائیوں کی نگرانی کرنے سے معذور ہیں۔ اس کمی کو آپ جس قدر محسوس کر رہے ہوں گے اس سے زیادہ میں خود محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن یہ جماعت ہی کے مصالح کا تقاضا ہے کہ ان کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے اور اس بات پر مجبور نہ کیا جائے کہ وہ خواہ مخواہ اجتماع کی کارروائیوں میں حصّہ ہی لیں۔ یہاں وہ موجود ہیں اور تمام اہم امور میں آسانی سے ان کی ہدایات اور مشورے حاصل ہوتے رہیں گے اور یہ کام جس حد تک ضروری ہے، میں خود انجام دے لوں گا۔ آپ نہ ان سے ملنے کی زیادہ خواہش کریں اور نہ ان کی تقریروں ہی کے لیے زیادہ اصرار کریں، البتہ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد صحت بخشے اور ان کی بیماری کی وجہ سے اس وقت جو اہم ذمہ داری مجھ پر آپڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ادا کرنے کی مجھ میں ہمّت اور قابلیت عطا فرمائے۔

ذکرِ الٰہی کی تاکید:

اس اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے سب سے پہلے میں آپ کو ذکرِ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں۔ یوں تو اللہ کی یاد انسان کی روحانی زندگی کے لیے ہر آن اسی طرح ضروری اور ناگزیر ہے جس طرح ہماری مادی زندگی کے لیے سانس۔ لیکن ان مواقع پر خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ جہاں خدا سے غفلت کے اسباب و محرکات زیادہ جمع ہو جائیں۔ ایسے مواقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خاص طور پر اللہ کی یاد کے التزام کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور چونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے لیے یہ موقع بھی ان مواقع میں سے ہے جہاں بہت سی چیزیں آپ کو خدا سے غافل کر سکتی ہیں، اس وجہ سے میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ یاد ہی آپ کے فکر و نظر کو روشن رکھے گی اور آپ جن باتوں پر غور کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اسی کی مدد سے ان میں آپ کو صحیح نتائج پر پہنچنے کی توفیق حاصل ہو گی۔ یہی چیز آپ کو اس وقت ہجو، غیبت اور دوسروں کی توہین و تحقیر سے بچائے گی جب آپ اپنے خیموں اور شامیانوں میں اکٹھے ہوں گے اور یہی چیز آپ کے دلوں اور زبانوں کی ان اوقات میں حفاظت کرے گی جب کہ آپ کی رایوں میں اختلاف اور خیالات میں تصادم کی کوئی وجہ پیدا ہو گی اور اسی چیز کی مدد سے آپ اپنی اس مسافرانہ زندگی کے بے شمار مشکل مرحلوں میں اپنے اخلاق اور ایمان کو فتنوں سے بچا سکیں گے۔ اگر آپ نے اس کا اہتمام نہ رکھا تو ہر قدم پر آپ سے لغزش کا اندیشہ ہے۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ آپ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کا عزم لے کر اٹھے ہیں۔ اس طرح کی جماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت اپنے قول و فعل کی کڑی نگرانی رکھے کہ اس سے کوئی بات ایسی نہ صادر ہو جائے

جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو اور ایسا صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل ہر آن خدا کی یاد سے معمور ہوں۔

ذکرِ الٰہی کا صحیح مفہوم :

ذکرِ الٰہی کے مفہوم سے کہیں آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ میرے نزدیک ذکرِ الٰہی کا مفہوم اس کے مروجہ مفہوم سے بہت وسیع ہے۔ میں صرف زبان سے سبحان اللہ سبحان اللہ کے ورد کو ذکر نہیں سمجھتا۔ ایسا ذکر اکثر صرف ایک مشغلۂ زبان بن کر رہ جاتا ہے اور انسان کی زندگی کی حفاظت نہیں کرتا۔ میرے خیال میں ذکر کے ساتھ فکر ضروری ہے۔ جو ذکر فکر سے خالی ہو وہ مؤثر نہیں ہوتا۔ آپ اگر ذکر کی برکتوں سے پورے طور پر بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو دل سے اللہ کا، اس کی اعلیٰ صفات کا، اس کے عجائبِ تصرفات کا، اس کی قدرتوں اور حکمتوں کا اور اس کے اس عہد کا جو آپ نے اس سے باندھا ہے، اور اس کے ان وعدوں اور وعیدوں کا جو پابندیٔ عہد یا نقضِ عہد کی صورت میں اس کی طرف سے آپ کے لیے مقرر ہیں، دھیان رکھیے اور جو کچھ کیجیے اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے کیجیے۔ آپ کی زبان سے جو کچھ نکلے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو، اور آپ کا جو قدم بھی اٹھے وہ خدا کی راہ میں ہو، شیطان کی راہ میں نہ ہو۔ یہی ذکر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے نہ یہ کہ آپ اس کے نام کو تو صبح شام جپتے رہیں اور اس کے کاموں سے غافل ہو جائیں۔ خدا کے ہاں اس ذکر کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر آپ واقعی اللہ کو یاد کرنا چاہتے ہیں تو اس عہد کو یاد رکھیے جو آپ کے اور اس کے درمیان اس کے رسولوں کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ یہ عہد اللہ کی پوری شریعت پر حاوی ہے اور زندگی

کے ہر مرحلے میں اسی کا اہتمام و التزام اور اسی کے اقامت کی جدوجہد وہ حقیقی ذکر ہے جس کا حکم قرآنِ مجید میں دیا گیا ہے۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (۵۲۔ البقرہ) (پس میرے عہد کو یاد رکھو جو تم نے مجھ سے کیا ہے، میں اس عہد کو یاد رکھوں گا جو میں نے تم سے کیا ہے اور میں نے شریعت کی جو نعمت تم پر نازل کی ہے اس پر میرے شکر گزار رہنا اور میری ناشکری نہ کرنا) یہی ذکر ہے جس کی میں اس وقت آپ کو تاکید کر رہا ہوں اور اگر آپ نے اس سے غفلت برتی تو یہ سب کچھ کرنے کے باوجود جو میں یہاں دیکھ رہا ہوں، میں یہ سمجھوں گا کہ آپ نے اپنا وقت بھی ضائع کیا اور مال بھی برباد کیا۔ اور یہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسران ہوگا۔

نظم کی پابندی کا اہتمام:

دوسری چیز جس کی اس موقع پر تاکید ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ نظم کی پوری پابندی کا خیال رکھیے۔ مختلف شعبوں کے منتظمین کی طرف سے آپ کو جو ہدایات ملیں ان کی سرمو خلاف ورزی نہ ہو۔ نماز کی جگہ، کھانا کھانے کی جگہ، اجتماع کی جگہ آپ کی نقل و حرکت ایک منظم اور باوقار جماعت کی سی ہو۔ کہیں ہڑبونگ اور ریلا کی صورت نہ پیدا ہونے پائے۔ اس سلسلہ میں یہ حقیقت پیش نظر رکھیے کہ ڈسپلن کے تقاضوں کو پورا کرنا، دوسروں کے نزدیک صرف ایک اجتماعی اخلاق ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والا صرف سوسائٹی میں نکو بنتا ہے مگر ایک مسلمان کے نزدیک اس کی حیثیت ایک مذہبی فریضے کی ہے جس کی خلاف ورزی سے آخرت میں خدا اور رسولؐ کی ناخوشی بھی متصور ہے اور دنیا میں بھی انسان ذلیل ہوتا ہے۔ جماعتی زندگی کے بقا اور ترقی کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے ان کا حکم خود اللہ اور رسولؐ نے دیا

ہے اوران کی پابندی کا ہر مسلمان سے مطالبہ کیا ہے۔ پس جن لوگوں کا جماعتی اخلاق کمزور ہے اور جو نہیں جانتے کہ ایک فرد کو جماعت کے اندر کس سیرت اور کس اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ صرف ایک اخلاقی فضیلت سے محروم ہیں۔ بلکہ حقیقت میں جس قدر ان کا جماعتی اخلاق کمزور ہے اسی قدر ان کی دین داری میں ضعف ہے۔ کوئی مسلمان اعلیٰ درجے کی جماعتی سیرت کے بغیر اعلیٰ درجے کا دین دار مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی روزے رکھے اور کتنی ہی نمازیں پڑھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میں اعلیٰ اخلاق کی ساری باتوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں) اس اعلیٰ اخلاق کا سب سے اعلیٰ نمونہ اگر خود مسلمان نہ پیش کرسکیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان اس مقصد سے غافل ہو گئے جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکارم اخلاق کی جو تعلیم دی اور اس کا اثر عربوں جیسی جاہل اور اُجڈ قوم پر جو کچھ پڑا اس کا کچھ اندازہ ایرانی سپہ سالار رستم کے اس فقرہ سے کیا جاسکتا ہے جو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوجوں کی نمازوں کی صفیں دیکھ کر کہا تھا کہ اکل عمر کبدی یعلم الکلاب الآداب (عمر تو میرا کلیجہ کھا گیا۔ یہ تو کتوں کو ڈسپلن کی تعلیم دے رہا ہے) جس جماعت کے ڈسپلن پر ایران ایسی متمدن قوم کے سپہ سالار کو رشک آئے اس جماعت کی جماعتی سیرت کا تصور کیجیے، اور پھر اس سے اپنا موازنہ کیجیے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کا اجتماعی اخلاق اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتا بلکہ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ اسی مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے چلے تھے۔ یہاں تک کہ ایک معمولی سا اجتماع آپ کی اجتماعی سیرت کی تمام کمزوریوں کو نمایاں کر دیتا ہے۔ آپ کے مستقبل کی طرف سے کچھ مایوسی سی ہونے لگتی ہے کہ جو لوگ اتنی چھوٹی چھوٹی آزمائشوں میں پورے

نہیں اترتے وہ بڑے بڑے امتحانوں میں کسی مضبوط اجتماعی کیریکٹر کا کیا ثبوت دے سکیں گے؟

میں نے ایک لمبا سفر ابھی ابھی آپ کے ساتھ کیا ہے اس سفر میں آپ کی سیرت کا جو مظاہرہ میں نے دیکھا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی بلکہ اگر سچ پوچھیے تو تھوڑی سی تکلیف ہوئی ہے۔ سفر میں جس ایثار، جس تحمل، جس وقار کی ضرورت ہے اس کا ابھی بہت تھوڑا حصہ آپ میں نظر آیا۔ مختلف مواقع پر آپ نے جس بے صبری اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے وہ ریل کے عام مسافروں سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ آپ نے ایسے بہت سے لوگوں کو تکلیفیں بھی پہنچائی ہیں۔ جن سے معافی مانگنے کا بھی اب آپ کے لیے کوئی موقع باقی نہیں رہا۔ سفر میں آپ کا وقت بیشتر اسی قسم کی باتوں میں گزرا جن میں ریل کے عام مسافر گزارتے ہیں۔ میں نے کبھی کبھی یہ بات بھی محسوس کی کہ جماعت کے ارکان نے آپس میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کیا جو صحیح اسلامی اخلاق کا تقاضا تھا بلکہ سفر میں آزمائش کے مواقع پر ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے۔ یہ علامتیں اچھی نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر سچی اسلامی سیرت کی تعمیر بڑی سست رفتاری سے ہو رہی ہے۔ مجھے ان باتوں کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن حقِ نصیحت کا تقاضا ہے کہ میں اس شرم کی پروا کیے بغیر آپ کی کوتاہیوں پر آپ کو ملامت کروں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اُس اعلیٰ مقصد کو یاد رکھیں گے جس کے لیے آپ اٹھے ہیں اور آپ اس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے جس انفرادی اور اجتماعی سیرت کی ضرورت ہے اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے پوری سرگرمی سے کام لیں گے اور جس جگہ ہوں گے ــــ بازار ہو یا اسٹیشن، ریل ہو یا سڑک ــــ ہر جگہ اسی سیرت کا مظاہرہ کریں گے۔

اجتماعات کا مقصد:

ہمارے اجتماعات کا مقصد آپ کو معلوم ہے، وعظ گوئی اور تقریر نہیں ہے ہم نے اس کام کے لیے آپ کا وقت اور روپیہ نہیں خرچ کرایا ہے۔ بلکہ ہمارے پیش نظر چند اہم مقاصد ہیں جن کے ذریعہ یہ اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ اور نہایت ضروری ہے کہ اس موقع پر آپ ان کو سامنے رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہنگامہ آپ کو ان سے غافل کر دے اور یہ تمام دردِ سر لاحاصل ہی رہ جائے۔

ان اجتماعات کا پہلا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کو ایک خاص نصب العین کے عشق نے باہم دگر جوڑ دیا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں، ایک دوسرے کے حالات اور مشکلات معلوم کر سکیں اور اصل مقصد کی راہ میں ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ آج بھی آپ ممکن حد تک آپس میں تعاون اور اشتراکِ عمل کی راہیں کھول لیں گے اور آئندہ بھی جب ضرورت پیش آئے گی تو آپ کو بآسانی آپس میں جوڑا اور ملایا جا سکے گا اور ایک مقصد کے لیے ایک راہ میں آپ کی قوتوں اور قابلیتوں کو استعمال کیا جا سکے گا۔ یہ مقصد چاہتا ہے کہ آپ اپنی فرصت کے اوقات فضول باتوں میں ضائع کرنے کی جگہ باہم دگر تعارف اور ملاقاتیں پیدا کرنے میں صرف کریں۔ اگر یہ کام آپ نے اس کے اصل مقصد کو پیش نظر رکھ کر کیا تو اس اجتماع کے ایک بنیادی مقصد کو پورا کریں گے اور اس سے آپ کی شخصی زندگی کو بھی فوائد پہنچیں گے اور آپ کی جماعتی زندگی میں بھی اس سے مفید نتائج مرتب ہوں گے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہم تبلیغ و دعوت کے کام کو صرف لٹریچر کی اشاعت

تک محدود نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے لٹریچر سے لوگوں میں جو فکر صالح پیدا ہو رہا ہے، بر سرِ موقع پہنچ کر اس کی آبیاری کا سامان بھی کریں۔ اس غرض کے لیے ہم یہ سالانہ اجتماع ہندوستان کے مختلف حصوں میں کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہر حصۂ ملک کے لوگوں تک ہم اپنی دعوت براہ راست پہنچا سکیں اور جو لوگ ہم سے ملنا چاہیں بآسانی ہم سے مل کر اپنے شبہات و شکوک ــــ اگر کچھ ہوں ــــ دور کر سکیں۔ اس مقصد کو پوری طرح حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے ارکان میں سے جو حضرات جماعت کے مقاصد کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی کوئی قابلیت رکھتے ہیں یا معترضین کے شبہات واعتراضات کو دور کر سکتے ہیں۔ وہ اجتماعِ عام سے فرصت پانے کے بعد اپنا بیشتر وقت ان لوگوں کے ساتھ صرف کریں جو اس موقع پر ہندوستان کے مختلف حصوں سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور جماعت کے مقصد کو سمجھنا چاہتے ہیں یا اس کے متعلق کچھ شبہات دور کرنا چاہتے ہیں۔

ہمدردانِ جماعت سے خطاب:

اس موقع پر چند باتیں ہمدردانِ جماعت سے کہنی ہیں، امید ہے کہ وہ توجّہ سے سنیں گے اور میری تلخ نوائی کو معاف کریں گے۔

ہم نے جماعت کے نظام کے ساتھ ہمدردوں کا ایک شعبہ محض بعض وقتی اور عارضی مصالح کے لیے رکھا ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے ایسے لوگوں کے لیے بھی یہ شعبہ مامن کا کام دے رہا ہے جن کی اصلی جگہ جماعت کے نظام کے اندر تھی نہ کہ ہمدردوں کی صف میں۔ یہ حضرات بلا کسی سببِ معقول، محض اپنی بعض نفسی کمزوریوں کی وجہ سے اس آڑ میں چھپ بیٹھے ہیں اور سمجھ رہے ہیں

کہ یہ ہمدردی ان کو اس حق سے سبکدوش کردے گی جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہو رہا ہے۔ یہ ایک سخت غلط فہمی ہے جس کا دور ہونا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض صرف اس طرح ادا نہیں ہو سکتے کہ آپ اس جماعت کے ساتھ فی الجملہ ہمدردی رکھتے ہیں جو ان فرائض کو پورا کرنے کے لیے اٹھی ہے بلکہ آج ان کے ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ آپ اپنا تمام سرمایۂ زندگی اس جماعت کو برپا کرنے میں لگا دیں، جو اس مقصد کے لیے اٹھے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی عاجز کر دینے والی رکاوٹ نہیں ہے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ میں سے ہر شخص اس جماعت کی صفِ اول میں پہنچنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرے تاکہ وقت کی بے روح فضا میں ایک حرکت پیدا ہو اور جو راہ بند ہے، اس کے کھولنے کے لئے دلوں میں ولولہ ابھرے۔ مجرد دعا گوئی اور اظہار ہمدردی کو ادائے فرض کی ایک قسم سمجھ لینا اور اس پر قانع ہو جانا سخت پست ہمتی اور کمزوری کی بات ہے۔ یہ درحقیقت راہ کی مشکلات سے مرعوب ہو کر نفس کی خواہشوں کے ساتھ مصالحت کی ایک صورت ہے جو ممکن ہے ایک شخص کے خلوصِ نیت کی وجہ سے نفاق کے حکم میں نہ آئے لیکن بہرحال یہ ایمان کے حقیقی مقتضا سے بہت دور ہے اور میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک مسلمان مصالحت کی یہ صورت اس وقت سوچے جب کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کی دعوت بلند ہو چکی ہو اور ہر شخص سے مطالبہ کر رہی ہو کہ جس کے پاس خدا کی بخشی ہوئی جو قوت و قابلیت بھی موجود ہے اس کو لے کر میدان میں اتر پڑے۔ اقامت دین کا فرض ایسا فرض نہیں ہے جو محض اس طرح ادا ہو سکے کہ آپ اس جماعت کے ہمدردوں میں داخل ہو جائیں، جو اس مقصد کے لیے کھڑی ہو رہی ہے۔ اس کے لیے آپ کو ہر ذمہ داری لینے کے لیے خود آگے

بڑھنا چاہیے۔ اور جذبہ شوق کے ساتھ بڑھنا چاہیے۔ اس طرح کہ آپ کا بڑھنا ساتھیوں میں ہمت اور دوسروں میں ولولہ پیدا کرے نہ اس طرح کہ آپ کے رویے کو دیکھ کر دوسروں پر بھی مصلحت بینی اور احتیاط کی مکر وری مسلط ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم بعض اوقات اس مسئلہ پر غور کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہمدردوں کا ایک مستقل شعبہ قائم رکھنا کچھ مفید ہے یا نہیں؟ خیر اس سوال کا کوئی قطعی فیصلہ تو ابھی ہم نہیں کر سکے ہیں لیکن اتنی بات تو بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ بلا کسی بہت ہی معقول عذر کے کسی نیک نیت اور مخلص آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ حق کے علم برداروں کی صف میں کھڑے ہونے کی جگہ اس کے ہمدردوں کے گوشۂ عافیت میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرے یہ بات ہر شخص کو یاد رکھنی چاہیئے کہ دین کے خدمت گزاروں کی اصلی قسم ایک ہی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی تحفظ اور استناد کے اس کی معیت اور خدمت کا عہد باندھتے ہیں۔ اس میں زیادہ سے زیادہ اگر کسی بات کی گنجائش ہے تو یہ ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کے ابتدائی مراحل میں بعض خاص حالات کے لیے لوگوں کے لیے کچھ رخصتیں رکھی جائیں لیکن یہ رخصتیں عارضی ہیں۔ ایک وقت آتا ہے جب یہ ساری رخصتیں اُٹھ جاتی ہیں اور حضرت مسیح کے الفاظ میں صاف صاف اعلان کر دیا جاتا ہے کہ "جو ہمارے ساتھ نہیں ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں۔" جب اصلی قسم انہی لوگوں کی ٹھیری تو بہتر یہی ہے کہ انہی لوگوں کی راہ اختیار کی جائے، نہ کہ اس شاخ پر اپنا آشیانہ بنایا جائے جو بہرحال ایک دن کاٹ ڈالی جائے گی۔

ہم آپ کے سامنے اللہ کا دین پیش کر رہے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آپ کی زندگی کا ایک جز نہیں ہے بلکہ یہی کل ہے۔ اگر ہماری بات میں

کوئی غلطی اور ہمارے استدلال میں کوئی خامی ہے تو آپ اس کو واضح کر دیجیے تاکہ ہم اس غلطی کی اصلاح کر لیں اور اس خامی کو دور کر دیں لیکن اگر آپ تسلیم کرتے ہیں کہ حق وہی ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ پر اللہ کی حجت تمام کر دی اور آپ کے لیے حق سے اعراض یا انحراف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ گئی۔ ایسی صورت میں آپ کے لیے صحیح راہ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے کہ اس حق کو آپ مردانہ وار قبول کریں جو آپ پر واضح ہو چکا ہے۔ نہ یہ کہ قبول کر کے بھی آپ عملاً قبول نہ کرنے والوں ہی کی صف میں رہیں۔

آپ حضرات میں سے جن لوگوں کے ذہن میں ہماری جماعت کی دعوت اور اس کے طریق کار سے کچھ شبہات ہوں وہ نوٹ کر کے آج شام تک قیم جماعت کے حوالے کر دیں تاکہ کل کسی مناسب فرصت میں آپ کے ان شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک تنبیہہ ضروری خیال کرتا ہوں۔ (تنبیہہ کا لفظ میں نے اس کے عربی مفہوم میں استعمال کیا ہے، یہ نہ خیال کیجیے گا کہ غرور کی وجہ سے کوئی بڑا لفظ بول گیا ہوں) وہ یہ کہ جو شبہات فی الواقع آپ کے ذہن میں ہوں، ان کو پیش کیجیے گا کہ میرے اعلان کی وجہ سے آپ خواہ مخواہ کچھ شکوک پیدا کرنے کی فکر میں پڑ جائیں۔ خواہ مخواہ شکوک پیدا کرنا، یہ اس عہد کی ایک نئی بیماری ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی معقول آدمی اس مرض میں مبتلا ہو۔ کسی امرِ حق سے متعلق آدمی کے ذہن میں جو سوالات از خود ابھرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سوالات کے حل کرنے میں ایک صاحب فکر کی مدد بھی کرتا ہے اور ان سوالات کو حق کی وضاحت کا ذریعہ بھی بناتا ہے لیکن جو لوگ اپنے دلوں میں شکوک کے کانٹے خود چبھانے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے نئے تعلیم یافتہ نوجوان کرتے ہیں، ان کو شک اور حیرانی کے سوا کچھ حاصل

نہیں ہوتا اور ساری زندگی یقین و ایمان کی لذت سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اس وجہ سے میں درخواست کرتا ہوں کہ صرف واقعی شبہات پیش کرنے کی کوشش کیجیے گا۔ میرے اعلان کی وجہ سے نہ مجھے زچ کرنے کی فکر میں پڑ جایئے گا اور نہ خود اپنے آپ کو ایک مرض مہلک میں مبتلا کرنے کی کوشش کیجیے گا۔

اس اجتماع کے بعض پیشِ نظر کام:

اس اجتماع میں جو کام ہمارے پیش نظر ہیں وہ آہستہ آہستہ آپ کے سامنے آجائیں گے، پہلے سے ان سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ایک خاص کام جو اس موقع پر ہم کرنا چاہتے ہیں اس کا اعلان اس پہلی ہی نشست میں اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں ہمیں جن معلومات کی ضرورت ہے وہ بغیر تمام ارکان جماعت کے تعاون کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ اصل کام سے پہلے جس کے لیے ہم نے تیسرا دن رکھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے علم میں آجائے تاکہ وہ بہتر سے بہتر طریق پر انجام پا سکے۔

پچھلے چند سالوں کی مدت میں اللہ تعالیٰ نے ہماری دعوت کے لیے جن لوگوں کے دلوں کو کھولا ہے اگرچہ ان کی تعداد کچھ ایسی زیادہ نہیں ہے کہ بلحاظ کمیت ہم ان کو اہمیت دیں لیکن جہاں تک ہمیں اندازہ ہے ان کے اندر مختلف قوتیں اور قابلیتیں رکھنے والے اشخاص موجود ہیں جن کی وجہ سے جماعت اپنی کیفیت کے لحاظ سے خاصی اہمیت رکھتی ہے۔ اب ہماری آگے کی اسکیموں کا تقاضا ہے کہ ان قابلیتوں کی تنظیم کی جائے اور مختلف استعداد اور قابلیت رکھنے والے اشخاص کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر کے اس بات کی کوشش کی جائے کہ ان کو اجتماعی طور پر اپنی اہلیتوں کو فروغ دینے کا موقع ملے۔ اس طرح کی کوشش کا ایک فائدہ

تو یہ ہوگا کہ جماعت کی جو قابلیت آج دس من ہے اجتماعی جدوجہد سے وہ بہت جلد بڑھ کر بیس من ہو سکتی ہے اور دوسری طرف یہ ہوگا کہ جب ہم ان قابلیتوں کو جماعت کے پیش نظر مقاصد میں استعمال کرنا چاہیں گے تو نہایت آسانی کے ساتھ استعمال کر سکیں گے۔ نہ اس کو صحیح صحیح وزن کرنے میں کوئی دقت ہوگی، نہ اس کی تنظیم میں کوئی مشکل پیش آئے گی اور نہ ہی یہ بات کچھ ایسی ناممکن ہوگی کہ پوری جماعت کی جدوجہد میں مشترک جدوجہد (TEAM WORK) کی شان پیدا ہو جائے۔

اس تنظیم کی صورت یہ ہوگی کہ جماعت کے اندر جو لوگ مثلاً طبقۂ علماء سے ہیں ان کا ایک الگ گروپ بنا دیا جائے۔ اس طرح جو لوگ ارباب قلم ہیں ان کو علیحدہ چھانٹ لیا جائے جو لوگ درس و تعلیم کی قابلیت رکھتے ہیں ان کا علیحدہ گروپ ہو۔ اسی طرح ارباب صنعت و حرفت، اہل زراعت و تجارت غرض کہ ہر قابلیت کے لوگوں کو الگ الگ کر کے ان کی علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا دی جائیں اور وہ اپنے اندر سے کسی شخص کو منتخب کر لیں جو وقتاً فوقتاً ان کو جمع کر کے ان کے لیے اس قسم کے مواقع بہم پہنچاتا رہے کہ وہ اپنے کام پر جماعتی نقطۂ نظر سے غور کر سکیں۔ اس سلسلہ میں اگر مرکز خود کسی جماعت سے مشورہ لینے یا اس کو مشورہ اور ہدایت دینے کی ضرورت محسوس کرے گا تو اس کو مشورہ لینے اور ہدایت دینے کے لیے بلائے گا۔ اس کام کے لیے جو ضروری معلومات مطلوب ہیں، اگرچہ اس کا بڑا حصّہ ہمارے پاس موجود ہے تاہم ہماری فہرست اتنی مکمل نہیں ہے کہ ہم تنہا اس کی مدد سے اس کام کو کر سکیں، اس وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ پرسوں کا دن اس کام کے لیے خاص کر لیں اور لوگوں کو الگ الگ گروپوں کی شکل میں بلائیں۔ چنانچہ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جس گروپ کو

بلایا جائے، اس سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ آجائیں۔ نام بنام بلائے جانے کا انتظار نہ کریں۔ ہم صرف علماء کے گروپ کے لوگوں کے نام کا اعلان کر دیں گے۔

چند باتیں عام حاضرین سے :

اس اجتماع میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نہ ہمارے ارکان میں شامل ہوں گے، نہ ہمارے ہمدردوں میں، بلکہ عام پبلک سے تعلق رکھتے ہوں گے اور اس جلسہ میں اس وجہ سے شریک ہو گئے ہوں گے کہ یہ ان کے شہر کے پڑوس میں منعقد ہوا ہے۔ اس طرح کے حضرات کے سامنے چند باتیں عرض کر دینی ضروری ہیں ورنہ ڈر ہے کہ ان کو کوئی غلط فہمی اور مایوسی ہو۔

میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے یہ اجتماعات وعظ و تقریر کے لیے نہیں ہوتے بلکہ زیادہ تر جماعت کے کاموں کا جائزہ لینے کے لیے ہوتے ہیں۔ ہم اس موقع پر تفصیل کے ساتھ معلوم کرتے ہیں کہ جماعت کی مختلف شاخوں نے سال بھر کے اندر کیا کام کیا ہے۔ ان کے کاموں میں کیا خرابیاں ہیں اور آئندہ کے لیے ان کو کن ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ یہ سارے کام ایک جماعت کے کارکنوں کے لیے ضروری بھی ہیں اور بسا اوقات ان کے لیے یہ دلچسپ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ایک غیر شخص کے لیے یہ ساری کارروائی بے مزہ اور خشک اور غیر ضروری ہوتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ شاید اسی طرح کا تجربہ ہمارے اس اجتماع کے عام حاضرین کو بھی ہو، اس وجہ سے میں اجتماع کی پہلی ہی نشست میں یہ اعلان کیے دیتا ہوں کہ جو حضرات اس کو ایک عام اصطلاحی جلسہ سمجھ کر آگئے ہوں اور متوقع ہوں کہ یہاں بھی واعظوں اور تقریروں کا زور ہوگا، وہ بالکل مایوس ہو جائیں کہ یہاں اس طرح کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ نہ وعظ،

نہ تقریریں، نہ جھنڈے اور نہ لیڈری کی نمائش، ہماری ساری کارروائی بالکل روکھی پھیکی ہوگی۔ جو حضرات اس پر راضی ہوں، وہ شوق سے اس میں شریک ہوں ہماری طرف سے یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے۔ ہم کسی شخص کو اس کی شرکت سے نہیں روکتے۔ لیکن جو حضرات اس میں شریک ہوں، اگر وہ اس میں کوئی دلچسپی اور فائدہ اپنے لیے نہ محسوس کریں تو اس بات کی شکایت کا ہم سے ان کو کوئی حق نہ ہوگا۔

عام حضرات کی دلچسپی اور فائدے کی چیز ہمارا صرف وہ جلسۂ عام ہے جو ہفتہ کی شب میں منعقد ہوگا۔ اس میں ہم اپنی دعوتِ عام لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔ یہ دعوت مسلمان، ہندو، سکھ، پارسی، انگریز، جرمن سب کے لیے یکساں ہوگا۔ اس جلسۂ عام میں انشاء اللہ امیر جماعت بھی تقریر کریں گے اور اگر خدانخواستہ وہ زبانی تقریر نہ کر سکے تو ان کی لکھی ہوئی تقریر آپ کو پڑھ کر سنائی جائے گی۔ اس جلسے میں میں بھی اپنے خیالات پیش کروں گا۔ ہماری تقریریں بھی نہایت سیدھی سادی اور روکھی پھیکی ہوں گی اور وہ لوگ مشکل ہی سے ان میں کوئی بات اپنے مذاق کی پا سکیں گے جن کو اصطلاحی تقریروں کا چسکا ہے۔ اس طرح کے اشخاص کے لیے اس جلسہ کی شرکت کچھ مفید نہ ہوگی۔ البتہ جو لوگ صرف اس بات کا شوق رکھتے ہیں کہ ہماری دعوت کو سمجھیں، خواہ وہ کتنی ہی بے رنگ انداز میں پیش کی جائے، تو میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس جلسۂ عام میں ضرور شریک ہوں۔ انشاء اللہ ان کا یہ مقصد پورا ہوگا۔ اس وقت میرے لیے کسی تقریر کا موقع نہیں ہے تاہم چند باتیں بطور ماحضر پیش کیے دیتا ہوں۔ اس سے کم از کم آپ کو یہ اندازہ تو ہو ہی جائے گا کہ ہم کس طرح کی باتیں کرتے ہیں اور کریں گے اور ان

کے سننے کے لیے آپ کا زحمت اٹھانا کچھ نفع بخش ہے یا نہیں ؟

حضرات !

ہم جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اور رب، مالک اور بادشاہ اللہ ربّ العالمین ہے، اسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کائنات پر حکومت کرے، اور جس طرح آسمانوں میں اس کا حکم چلتا ہے اسی طرح زمین پر بھی تنہا اسی کا قانون چلے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی پسند اور ناپسند سے ہم کو باخبر کر دیا ہے اور اس کی مرضی یہ ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے ہمارے لیے جو ضابطۂ زندگی بھیجا ہے ہم زندگی کے تمام گوشوں میں اسی کی پیروی کریں اور اپنی زندگی میں کسی قسم کی تفریق و تقسیم نہ کریں۔ یعنی یہ نہ کریں کہ زندگی کے کسی حصے میں تو خدا کی اور اس کے رسولؐ کی پیروی کریں اور کسی حصے میں اپنے نفس کی یا دوسروں کی اطاعت کریں۔ اس قسم کی تفریق و تقسیم شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اطاعت شرک کے ساتھ مقبول نہیں۔

اس دعوت کو ہم خالص عقلی بنیادوں پر پیش کرتے ہیں اور ہمیں اطمینان ہے کہ انسانی عقل کے لیے اس سے زیادہ اپیل کرنے والی بات کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ ہماری یہ دعوت تمام بنی آدم کے لیے یکساں اور عام ہے۔ یہاں تک کہ ہم ان مسلمانوں کے سامنے بھی یہ دعوت پیش کرتے ہیں جو مدعی تو ہیں اسلام کے، لیکن خدا کی حاکمیت کے تسلیم کرنے سے ویسے ہی منحرف ہیں جیسی دنیا کی دوسری غیر مسلم قومیں۔ دنیا کی مختلف قوموں کے اندر سے خدا کے جو بندے ہماری اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں اور اس بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ خدا کی اطاعت کی حدود کے اندر زندگی بسر کریں گے، ان لوگوں کی ہم

نے ایک جماعت بنائی ہے تاکہ اُس نصب العین کی طرف متحدہ اقدام کیا جا سکے، جو ہمارے پیشِ نظر ہے۔

ہمارا پروگرام یہ ہے کہ ہم پہلے اس نظامِ فکر کو درہم برہم کر دینا چاہتے ہیں جس پر دنیا کا موجودہ غلط نظامِ زندگی قائم ہے اور اس کی جگہ اس نظامِ فکر کو دلوں کے اندر راسخ کرنا چاہتے ہیں جس پر صحیح نظامِ زندگی کی بنیادیں قائم کی جا سکتی ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ ایک صحیح نظامِ زندگی کے لیے جو بہترین بنیادیں اسلام فراہم کرتا ہے وہ کوئی اور مذہب فراہم نہیں کرتا، اس وجہ سے ہم اسلام کو ساری دنیا کے سامنے پیش کرتے اور تمام انسانوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ جو تعصب ہے، اس کو وہ اسلام کے خلاف نہ استعمال کریں بلکہ اسلام کی تعلیمات پر مجرد ان کی صفات (MERITS) کی روشنی میں غور کریں۔ اگر انھوں نے اس طرح اسلام پر غور کیا تو آج جو مسائل دنیا کو پریشان کیے ہوئے ہیں اور جن کا کوئی حل نہیں مل رہا ہے، وہ سارے مسائل بہتر سے بہتر طریق پر حل ہو جائیں گے۔

اس کام کو لوگ بہت مشکل بلکہ ناممکن قرار دیتے ہیں، لیکن ہم بہت پُرامید ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ کام صحیح طور پر کیا گیا تو جو امکانات آج اس کی کامیابی کے ہیں اور کسی کام کے لیے نہیں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ آج پورے کرۂ زمین پر بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں بالفعل وہ نظامِ حق برپا ہو جس کی ہم تمنا رکھتے ہیں لیکن ہمیں زمین کا حال دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ دلوں کے اندر اس نظامِ زندگی کے قبول کرنے کی جو رغبت موجود ہے وہ کسی اور نظامِ زندگی کے لیے نہ ہے، نہ ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے صحیح طور پر

پیش کرنے والے لوگ پیدا ہو جائیں۔ اس وجہ سے ہم زمین کے بجائے دلوں کو ٹٹول رہے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ جس دل میں ہماری دعوت جاگزیں ہو جائے گی، اس کا پرتو جہاں تک پڑے گا وہاں تک کی زمین بھی نورانی ہو کے رہے گی۔

اس وقت دنیا کی عام ذہنی حالت میں جو ہلچل برپا ہے وہ بھی اس کام کے لیے نہایت ہی سازگار ہے۔ جہاں تک تقلید کا تعلق ہے، دنیا اس کی بندشوں سے بہت بڑی حد تک آزاد ہو چکی ہے۔ اب لوگ کھلی آنکھوں اور کھلے کانوں سے دیکھنے اور سننے لگے ہیں۔ زندگی کے متعلق تمام مقبول عام نظریے امتحان کی کسوٹی پر ناکام ثابت ہو چکے ہیں اور لوگ پرانے جامے اتار کر کسی نئے جامہ کے لیے منتظر ہیں جو ان کی قامت پر راست آجائے۔ مختلف جماعتیں دنیا کی اس طلب کو پورا کرنے کے لیے آگے بڑھ رہی ہیں۔ صرف ایک اسلام ہے جس کو پیش کرنے کی ہمت کرنے والے لوگ موجود نہیں ہیں۔ حالانکہ دنیا کو آج جو بیقراری لاحق ہے وہ اسلام کے سوا کسی اور چیز سے دور نہیں ہو سکتی۔ اسی خلا کو ہم بھرنے چاہتے ہیں۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کا اہل بنائے۔

اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ اس کے بعد قیّم جماعت آپ کو جماعت کی سالانہ رپورٹ سنائیں گے۔

چنانچہ اس تقریر کے بعد قیّم جماعت نے سالانہ رپورٹ سنائی، جو درج ذیل ہے:

رُوداد جماعت اسلامی بابت سنہ ۶۵-۱۳۶۴ھ / ۴۶-۱۹۴۵ء

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیمؕ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعینؕ

امیر جماعت: محترم بھائیو اور بہنو! چوں کہ حاضرینِ اجتماع میں ارکانِ جماعت اور ہمارے قریبی ہمدردوں کے علاوہ بہت سے ایسے احباب موجود ہیں جو ہمارے کام کو سمجھنے کے لیے تشریف لائے ہیں اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ گزشتہ سال کی رودادِ جماعت پیش کرنے سے پہلے مختصر الفاظ میں جماعت کے نصب العین اور اس کے طریق کار کی بھی تشریح کردوں۔

جماعتِ اسلامی کا نصبُ العین اور مقصدِ تشکیل

صاحبو! جب ہم اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم وہ گروہِ انسانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو اس دنیا میں انبیاء کرام کا جانشین ہے، جس کے ایک ایک فرد نے اپنی منفرد حیثیت میں، اور پورے گروہ نے بہ حیثیت مجموعی، اپنے آپ کو کلیتہً اپنے رب کے حوالے کر دیا ہے اور اپنی پوری زندگی اور اس کے سارے معاملات کو غیر مشروط اور برضا و رغبت خدا کی اطاعت و بندگی میں دے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ہر طرف سے منہ موڑ کر پوری یکسوئی اور طمانیتِ قلب کے ساتھ فقط اللہ ربّ العالمین کو اپنا الٰہ و رب، خالق، مالک، حاکم اور واضعِ قانون مان لیا ہے۔ سب کو چھوڑ کر فقط محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنا رہنما اور قائد و پیشوا بنا لیا ہے، سب نظام ہائے زندگی اور نظریہ ہائے حیات کو ترک کر کے صرف اسلام اور قرآن کو بطور نظامِ زندگی اور دستورِ حیات قبول کر لیا ہے اور ہر دوسری باز پرس کا خیال دل سے نکال کر محض اپنے الٰہِ واحد کی باز پرس کو قابلِ لحاظ تسلیم کر لیا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر طریقِ زندگی کو ترک کر کے، ہر اقتدار کو ٹھکرا کر، ہر حاکمیت و عقیدت سے بغاوت کر کے اور ہر خوف اور ہر لالچ سے بے نیاز ہو کر صرف اللہِ واحد کی غلامی اور وفاداری اور اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ باہم میل ملاپ، لین دین، نکاح و طلاق اور نماز و روزے سے لے کر تنظیم و سیاست، قانون و عدالت، صلح و جنگ اور ملکی نظم و نسق تک ہمارا ہر انفرادی اجتماعی، تمدنی اور سیاسی معاملہ سرتاپا خدا کی حاکمیت کے تحت، اس کے قانون کے مطابق، اس کے رسولؐ کی رہنمائی میں اور محض آخرت کی باز پرس کا لحاظ کرتے ہوئے انجام پائے۔

لیکن بھائیو! ذرا انصاف سے اور کھلے دل سے موجودہ مسلمان سوسائٹی پر تنقیدی نگاہ ڈالیے اور شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک ان کی کروڑوں کی آبادیاں دیکھتے چلے جائیے اور بتائیے کیا ان میں کہیں کوئی ایسا گروہ موجود ہے جو ان اساساتِ اسلامی پر پورا اترتا ہو؟ ہاں منفرد طور پر کچھ اللہ کے بندے ضرور ایسے مل جائیں گے جنھوں نے اسلام کے اُس حصّے کو جو انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، پورے شد و مد کے ساتھ اختیار کر رکھا ہوگا اور اعتقاداً اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ و ربّ محمدؐ کے سوا کسی اور کو رہنما، کتاب و سنت کے سوا کسی اور شے کو قانون اور آخرت کی باز پرس کے سوا کسی اور باز پرس کو قابلِ اعتنا، نہ سمجھتے ہوں گے،

لیکن ان بزرگوں سمیت جہاں تک مسلمانوں کی اجتماعی زندگی، ان کی تنظیموں اور جماعتی پروگراموں کا تعلق ہے، ان کو آپ اسی طرح سرتاپا غیر اسلامی پائیں گے اور اسلام کے بجائے مغربی نظریہ ہائے حیات کے پابند دیکھیں گے، جس طرح خدا کے باغیوں اور اس سے پھرے ہوئے انسانوں کی اجتماعی زندگیوں، تنظیموں اور جماعتی پروگراموں کو۔ ان سب کے نزدیک کتاب و سنت نہیں، بلکہ جمہوری اصول، اسوۂ فرنگ اور مغربی قوانین و آئین، حجّت و برہان اور سندِ سلطان کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ صورتِ حال اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ اگرچہ مسلمان اور ان کے رہنما زبان سے اس کا اقرار کریں یا نہ کریں لیکن عملاً ان کے نزدیک اب اسلام محض ایک شخصی معاملہ (PERSONAL AFFAIR) اور اعتقادی چیز ہے جسے ان کی اجتماعی اور سیاسی زندگی سے کوئی سروکار نہیں۔

لیکن جن لوگوں نے قرآن کریم، اسوۂ رسولؐ اور سیرِ صحابہ پر سرسری نظر بھی ہدایت حاصل کرنے کے لیے ڈالی ہے، وہ جانتے ہیں کہ اسلام موجودہ زمانے کے عام رائج الوقت مفہوم میں کوئی مذہب (RELIGION) نہیں ہے جو محض عبادات ریاضات اور کچھ انفرادی دین دارانہ اعمال و افعال پر مشتمل ہو، بلکہ وہ ایک مستقل نظریۂ حیات، ایک مکمل نظام زندگی اور ایک بین الاقوامی دستور العمل ہے جو افراد کی انفرادی سیرتوں سے لے کر پوری دنیا کے اجتماعی نظم تک ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ تمام کافرانہ نظام ہائے زندگی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پوری انسانی سوسائٹی کی تعمیر سراسر میری اساس پر اور میرے نظریہ و مسلک کے مطابق کرو، وہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی پوری زندگی کا ایک مفصّل اور متعیّن پروگرام پیش کر کے ایمان والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّـہ، اسے پورے کا پورا قبول کرو۔ اس

کے واضح اور مرتب یعنی اللہ رب العالمین نے اپنے نبیؐ کو صاف صاف بتا دیا کہ اسے یہ دین دے کر دنیا میں اس غرض سے بھیجا جا رہا ہے کہ لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ تاکہ وہ اسے تمام ادیانِ باطلہ، سب نظریہ ہائے حیات اور کل نظام ہائے زندگی پر غالب کر دے اور اس وقت تک وہ اور اس کے ماننے والے دم نہ لیں جب تک کہ اس روئے زمین پر خدا کی حاکمیت و اطاعت بھی باقی ہے خواہ ان کا ایسا کرنا منکرینِ حق کو اپنی نفس پرستی، انسان دشمنی اور حماقت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر کتنا ہی ناگوار محسوس ہو۔

اسلام کے اساسی عقائد اور اس کا پوری انسانی زندگی پر حاوی ہونا معلوم ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی حیثیت، ان کے فرائض اور ان کی زندگی کا مقصد آپ سے آپ متعین ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ "مسلمان" نام ہے اس بین الاقوامی اصلاحی و انقلابی پارٹی کا جو اسلام کے نظریہ و مسلک کے مطابق انسانی سوسائٹی کی تعمیر کے لیے اس کارزارِ دنیا میں قدم رکھے اور اس کام کی تکمیل کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے اور جو ان کے آقا و مالک نے اپنے رسولؐ کے ذمے اور اس کی وساطت سے خود ان کے ذمہ کیا ہے لیکن اس کام کے دین کی غایت الغایات اور اس کا اساسی کام ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو ہمارے اتنے سے اجتہاد پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ صاف صاف فرما دیا کہ :

لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (المائدہ: ۶۸)

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ (شوریٰ: ۱۳)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۰۴)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

(البقرہ : ۱۴۳)

یعنی تمھاری یہ ساری رسمی دین داریاں اس وقت تک ہیچ ہیں، جب تک کہ تم کتابِ الٰہی کو عملاً قائم نہ کرو اور اس کے منشا کو پورا کرنے کے لیے سربکف نہ ہو جاؤ۔ تمھارے لیے وہی دین اور نظامِ زندگی مقرر کیا گیا ہے جو نوحؑ کو دیا گیا تھا (اور اے محمدؐ! جس کی تیری طرف وحی کی گئی ہے) اور جو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ (سب انبیا)، کو دیا تھا (اور اس کی غرض یہ ہے کہ) تم اس دین کو دنیا میں برپا کرو۔ تم میں ایک گروہ تو لازماً ایسا موجود رہنا چاہیئے جو لوگوں کو نیکی (اطاعتِ رب) کی طرف بلائے۔ معروف کا حکم دے اور منکر سے روکتا رہے۔ مسلمانو! ہم نے تمھیں دنیا کے لیے عدل و انصاف اور راست روی اور حق پرستی کا نمونہ (اُمتِ وسط) بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر دینِ حق کی حجّت تمام کرنے کا ذریعہ بنو، جس طرح ہمارا رسولؐ تم پر اتمامِ حجّت کا ذریعہ بنا۔

ظاہر ہے کہ دین کو دنیا میں برپا کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اور بندگانِ خدا پر زندگی کے ہر شعبے میں اس کے دین کی حجت تمام کرنا منفرد اشخاص کے بس کا کام نہیں۔ ان میں سے ہر کام اجتماعی نظم اور منظم جدوجہد چاہتا ہے، جیسا کہ قرآن کا منشا اور نبی کا اُسوہ ہے۔ جس کے بقا و استحکام کے لیے حضورؐ اور صحابۂ کرام نے جانیں لڑائیں اور جسے زندہ رکھنے کی خاطر خلفائے راشدین اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قربانیاں کیں۔ اس کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں کہ مسلمان امتِ وسط اور خیرِ اُمت کے فرائض انجام دے سکیں اور خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں اور گروہوں

کے سامنے اس کے دین کی وہ زندہ شہادت بن سکیں کہ ان کے قول اور عمل اور برتاؤ ہر چیز کو دیکھ کر لوگ زندگی کے ہر شعبے میں صحیح راہ پا سکیں۔ دین کو بالفعل برپا کیے بغیر شہادت علی الناس اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا تو درکنار، اسلام کے احکام و ضوابط کو اپنی انفرادی زندگی میں بھی پوری طرح کارفرما کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا یہ دینی فرض ہے کہ دنیا میں ایک ایسی منظم سوسائٹی بنائیں جو اقامتِ دین کا یہ فرض انجام دیتی رہے اور جس کی حدود کے اندر اللہ کی حاکمیت کے سوا کسی دوسرے اقتدارِ اعلیٰ کو، اس کے قانون کے سوا کسی دوسرے قانون کو، اس کے رسول کے سوا ________ کسی دوسرے کی رہنمائی کو اور آخرت کی باز پرس کے سوا کسی دوسری باز پرس کو کوئی دخل نہ ہو۔ یہ کام ایمان کا عین تقاضا ہے مسلمان کی زندگی کا مقصد یہی ہے اور انبیاء کی بعثت کا مقصود یہی تھا اسی کام کے لیے جماعتِ اسلامی وجود میں آئی ہے اور اسی کو بالفعل انجام دینا ہمارا نصب العین ہے۔

جماعت اسلامی کا طریق کار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ اسلامی اصولوں کے بالکل برعکس ایک ہمہ گیر نظام ہم پر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے اور اس نے ہمیں اپنے اندر اس طرح کس لیا ہے کہ روز کی روٹی بھی جب تک اس کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، ملنی محال ہے، اس کام کو کیسے کیا جائے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک۔ اسی طرح، جس طرح اس کام کے اصل علم برداروں یعنی انبیاء کرام علیہ السلام نے اسے آدمؑ سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا۔

یہ طریقہ ایک ہی ہے اور بلا استثناء ہر زمانے، ہر ملک اور ہر قوم میں اس کام کے لیے اسی کو اختیار کیا جاتا رہا ہے بلکہ آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اجتماعی کاموں کے لیے، خواہ وہ حق ہوں یا باطل، اللہ تعالیٰ نے، شاید یہی ایک طریقہ خلق کیا ہے اور وہ یہ کہ انسان پہلے زیر بحث نظریہ و مسلک کو سامنے رکھ کر اس کو سمجھنے، جانچنے اور پرکھنے پر اپنی ساری ذہنی اور عقلی قوتیں صرف کر دے۔ پھر اگر دل و دماغ اس کے حق ہونے کی گواہی دیں اور عملاً اس پر چلنے اور نظامِ حیات تعمیر کرنے سے زندگی کی ہر کل ٹھیک بیٹھتی چلی جاتی ہو تو مردانہ وار اس پر ایمان لے آئے اور اپنی پوری زندگی کی باگ ڈور اس نظریہ و مسلک کے ہاتھ میں دے دے۔ جو کچھ وہ کرنے کا تقاضا اور حکم کرے، اسے پورے شد و مد خلوص و دیانت اور خوش دلی سے کرنے پر کمربستہ ہو جائے اور جس سے وہ منع کرے یا جو کچھ اس پر ایمان کے منافی ہو، اسے بلا چون و چرا چھوڑتا چلا جائے پھر جب اس نظریہ و مسلک کے ایک سے زیادہ لوگ ہو جائیں، تو وہ اس کے عَلَم برداروں کی حیثیت سے اس عزم کے ساتھ اٹھیں کہ پوری سوسائٹی میں اس نظریۂ حیات کو کارفرما کر کے دم لیں گے۔ اس راہ کا اولین قدم یہ ہے کہ اپنے اصولوں اور نظریات کو بالکل صاف اور منزّہ صورت میں دنیا کے سامنے رکھ دیا جائے اور بنی نوعِ انسان کو اپنی کسی غرض کے لیے نہیں بلکہ خالصتہً ان کی فلاح و بہبود اور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے ان اصولوں کی طرف دعوت دی جائے۔ اور جو لوگ ان کے قائل ہو کر داعیانہ عزم کے ساتھ انھیں قبول کرتے جائیں، ان کو ملا کر ایک منظم گروہ بناتے چلے جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس گروہ میں جب یہ کسی رنگ و نسل یا قوم و وطن کی بنا پر نہیں بلکہ صرف انسانی فلاح کے عالم گیر اصولوں پر منظم ہو رہا ہے۔ ہر رنگ و نسل، ہر قوم و وطن اور ہر فن و قابلیت کے لوگ آئیں

گے اور جوں جوں اس کا دائرہ اور حلقۂ اثر وسیع ہوتا جائے گا، اس کی قوت، اس کی قابلیت، اس کے ذرائع و وسائل اور اس کے ساز و سامان، ہر چیز میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور وہ اس منظم سوسائٹی کو جنم دے گا جس کی اٹھان اول سے آخر تک ہر انفرادی اور اجتماعی معاملے میں اسلامی اساس پر ہوگی اور جو فطرۃً اس صاحبِ اختیار اجتماعی نظم پر منتج ہوگی، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور شہادت علی النّاس کے فرائض کو کما حقہٗ انجام دے سکے گا۔ اس دوران میں منفرد اشخاص کو بھی اور پورے گروہ کو بھی بہت سے مراحل (STAGES) میں سے گزرنا پڑے گا اور کئی رکاوٹیں پیش آئیں گی جن سے ہر مرحلے کے حالات کے مطابق نمٹنا ہوگا ۔۔ ان کی تفصیل نہ اس وقت بتائی جا سکتی ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

اب میں آپ حضرات کے سامنے اس کام کی رپورٹ پیش کرتا ہوں، جو اس طریقِ کار کے مطابق مذکورہ نصب العین کے حصول کے لیے گزشتہ سال بھر میں پورے کرۂ ارض پر انجام پایا ہے۔ پورے کرۂ ارض پر اس لیے کہتا ہوں کہ ہمارے علم میں جماعتِ اسلامی کے علاوہ پوری دنیا میں کوئی دوسرا منظم گروہ ایسا موجود نہیں ہے جو اس مقصد کے لیے اور اس طریق پر جدوجہد کر رہا ہو، اگرچہ ایسے کسی دوسرے گروہ کی خبر سن کر ہمیں دلی مسرت ہوگی اور ہماری دلی دعا ہے کہ یہ مقصد رکھنے والے گروہ جگہ جگہ وجود میں آئیں۔

ملک کے عام حالات

گذشتہ سال ویسے تو ساری دنیا کے لیے ایک کٹھن سال تھا لیکن جس ملک اور جس قوم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے، اس کے لیے شاید یہ جنگ کے چھ سالوں

میں شدید ترین سال تھا۔ جن قوموں نے اس فسادِ عالم گیر کو برپا کیا، جن کی اغراض کے باہم ٹکراؤ کا یہ نتیجہ تھا اور جو ممالک ۶ سال تک براہ راست اس کا اکھاڑہ بنے رہے۔ ان سب میں جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی امن و امان بحال ہوگیا۔ لیکن ہمارے ملک کے کارپردازوں نے ایک عرصہ تک اسے حالاتِ جنگ سے نکالنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ چنانچہ جنگ کے خاتمے کے باوجود یہاں کے حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ ملک کی غیر فوجی آبادی (CIVIL POPULATION) جن مشکلات اور پریشان حالیوں کا سامنا کرنا پڑا اور اب تک سامنا ہے۔ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں کہ آپ میں سے ہر شخص ان کا خاصا عملی تجربہ رکھتا ہے۔ حالات کی شدت کا اندازہ آپ اس امر سے کیجیے کہ جن فوجوں نے چھ سال تک کھانے اور کپڑے ہی کے لیے اپنا خون بہایا تھا ان بدبختوں کو بھی اسے خاطر خواہ حاصل کرنے کے لیے خود انہی کے خلاف توپ اور بندوق سے کام لینا پڑا جن کی توسیع مملکت کے لیے وہ دیوانہ وار سربکف رہے تھے۔ جنگ سے پیدا شدہ عام مشکلات کے علاوہ خوراک کی بہم رسانی کے مسئلے میں حکومت اور عوام کے عدم تعاون بلکہ باہم معاندانہ رویّے نے غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں کو اس درجہ بے بس کر دیا اور ابتدائی انسانی ضروریات (BARE NECESSITIES OF LIFE) کے مسئلے کو اتنا پریشان کن اور ایسا عقدۂ لاینحل بنا دیا کہ لوگ بھوک کے بجائے گولی سے مر جانے کو بہتر سمجھنے لگے اور ملک کے ہر حصے میں لوگوں نے سینکڑوں کی تعداد میں یہ نسخہ استعمال کرنا شروع کر دیا اور اب تک کر رہے ہیں۔ پھر ہندوستان کی مختلف قوموں اور سیاسی پارٹیوں نے جو باہم تعصبات، رقابتوں اور ذاتی عداوتوں کے بیج لگا رکھے تھے ان کو اس الیکشن، کانفرنسوں اور برطانوی وزارتی مشنوں کے زمانے میں پنپنے اور جڑ پکڑنے کا خوب موقع ملا اور جگہ جگہ

مسلمان آپس میں بھی اور دوسروں سے بھی مہینوں برسرِ پیکار ہے۔ اور ابھی مستقبل قریب میں اس فتنے کے دبنے کی کوئی توقع نہیں، اس ظَہَرَ الفَسَادُ فِی البَرِّ وَالبَحرِ کی حالت کے زمانے میں یہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا ایک بڑا گروہ تو پہلے ہی اسلام کے بجائے وطنیت کا علمبردار بن چکا ہے۔ اب جو بچے کھچے بزرگ ابھی تک خاموش تھے وہ بجائے اس کے کہ اس نازک مرحلے پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے اور قوم کو راہِ حق کی طرف لے چلنے کی فکر کرتے، خود قومیت کے بت کے پجاری بن گئے اور اپنی قوتوں اور قابلیتوں اور علوم دینی میں تبحّر کا مصرف ان کے سامنے اس کے سوا کچھ نہیں رہا کہ قوم کے بت کو زیادہ سے زیادہ حسین و دلآویز بنا کر مسلمانوں کے سامنے پیش کریں تاکہ جو تھوڑے بہت اللہ کے خدا پرست بندے باقی رہ گئے ہیں، وہ بھی خدا پرستی کو چھوڑ کر ان کے قومی اور وطنی دینوں میں جذب ہو جائیں۔

اب اس وقت حال یہ ہے کہ ملک بھر میں امن و امان کے حالات موجود نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو براہِ راست حکومتِ وقت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کسی کو پیٹ بھر کر روٹی میسر نہیں ہوتی۔ حکومت سے ہٹ کر سب دنیوی مفاد اور مادی فلاح و ترقی کے تمام مواقع خدا اور رسول سے آزاد قیادتوں سے وابستہ ہیں۔ علماء اسلام ہر چوراہے پر خدا کے دین کے بجائے وطنیت یا قومیت کی دعوت لیے کھڑے ہیں اور بڑے بڑے صوفیاء و مشائخ اُن قیادتوں کی قبولیت کو واحد ذریعۂ نجات اور معیارِ کفر و اسلام قرار دے رہے ہیں۔ جن میں ہر ملحد و دہریہ اور منکر خدا و رسول صرف عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام بتا کر داخل ہو سکتا ہے۔

اس فضا اور اس ماحول میں بھی خدا کے کچھ ایسے بندوں کا موجود رہ جانا

جو خالص خدا پرستی کی دعوت کو سننے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بہت مبارک اور حوصلہ افزا ہے اور پھر کچھ لوگوں کا اس روکھی پھیکی اور موجودہ چلن کے بالکل خلاف دعوت کو قبول کرنے کا ارادہ کر لینا اس چیز کا پتہ دیتا ہے کہ ابھی کچھ دھڑکنے والے دل موجود ہیں اور اگر دین حق کے صحیح انجکشن دیئے جائیں تو اس بظاہر مردہ جسم کا اٹھ بیٹھنا عین ممکن ہے۔ ہماری اس رائے کی اہمیت آپ کو جماعتِ اسلامی کی شرکت اور دوسری مسلم وغیر مسلم جماعتوں کی شرکت کی شرائط کا موازنہ کرنے سے معلوم ہو گی۔

جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں کی شرکت کی شرائط

ملک کے طول و عرض میں جو بے شمار دعوتیں چل رہی ہیں خواہ وہ مسلمانوں کی قیادت میں ہوں یا غیر مسلموں کی قیادت میں، ہر ایک کی نہ صرف رکنیت کے لیے، بلکہ رہنمائی و قیادت کے لیے بھی صرف خاص قوم، ملک یا نسل میں پیدا ہو جانا کافی ہے، سیرت و کردار یا ایمان و اسلام سے کوئی بحث نہیں، لیکن اس کے برعکس جماعتِ اسلامی میں رکنیت کے امیدواروں میں جو چیز دیکھی جاتی ہے، وہ نہ ملک ہے نہ قوم، نہ رنگ ہے، نہ نسل اور نہ زبان ہے، نہ کوئی دوسری ایسی چیز، بلکہ صرف یہ کہ ایمان و اسلام سے وابستگی کا کیا حال ہے۔ ان پر بالفعل چلنے کا عزم اور ارادہ کس قدر ہے اور ان سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو کس حد تک نبھایا جا رہا ہے۔ جماعت اسلامی میں شامل ہونے کے لیے امیدوار سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے وہ:

(۱) ایک خدا کی حاکمیت و اقتدار کے علاوہ ہر حاکمیت و اقتدار اور ربوبیت و معبودیت کا انکار کر دے۔

(۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی وقیادت سے آزاد ہر رہنمائی و قیادت کو عملاً ٹھکرا دے۔

(۳) کتاب وسنت کے علاوہ کسی چیز کو اپنی زندگی کا قانون و آئین نہ سمجھے اور جہاں تک کوئی اضطراری کیفیت حائل نہیں، بے چون وچرا آئینِ الٰہی کی پیروی کرے اور بقیہ کے لیے منظم جدوجہد کا آغاز کر دے،

اور:

(۴) ان سب کے لیے سوائے آخرت کی باز پرس کے اور کوئی دوسری چیز اسے آمادہ کرنے والی نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جماعت اسلامی میں شریک ہونے کے لیے ایسے لوگ درکار ہیں جو اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کہہ کر اٹھیں اور اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے اصول عمل (MOTTO) پر پوری زندگی گزارنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

جماعتِ اسلامی میں داخلہ اور اس کا طریق

ملک کے مذکورہ ماحول اور مشکلات میں رہتے ہوئے جن بندگانِ خدا نے متذکرۂ صدر شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے گزشتہ سال جماعت میں شریک ہونے کی درخواستیں کی ہیں ان کی تعداد ۲۲۴ ہے ان میں سے بیشتر احباب ایسے تھے جنھوں نے تقریباً ہمارا پورا لٹریچر پڑھ لیا تھا اور ان کی زندگیوں میں بھی اس کا خاصا اثر موجود تھا اور وہ جماعت کے کام اور طریق کو خاصی حد تک سمجھ چکے تھے لیکن اب ہم نے چونکہ جماعت میں داخلے کے معیار کو زیادہ اونچا کر دیا ہے، اس لیے ان میں سے بہت تھوڑے حضرات کو جماعت میں

لیا گیا۔ اب نئے داخلے کے لیے ہمارا طریق یہ ہے کہ درخواست آنے پر پہلے بذریعہ مراسلت عرصہ تک اس امر کا اندازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا امیدوار صاحب ہماری بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ گئے ہیں اور اس کے سارے مقتضیات تک ان کی نظر پہنچ گئی ہے یا نہیں اور ان کی زندگی میں عملاً وہ اخلاقی تغیر واقع ہوا ہے یا نہیں جو اس کام کے لیے مطلوب ہے، اس کے بعد پھر گیارہ معین سوالات (جواب چھپ کر تیار ہو گئے ہیں اور ہر رکنِ جماعت کے پاس اطلاعاً بھیج دیئے گئے ہیں) تفصیلی اور نمبروار جوابات کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر ان کے جوابات ٹھیک آجائیں تو یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ تاثر وقتی اور ہنگامی تو نہیں تھا انھیں ایک مدت تک امیدواری کی حالت میں جماعت کا کام کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کا باقاعدہ رکن بننے سے پہلے وہ ارکان کی طرح دستورِ جماعت اپنے اوپر نافذ کریں اور اس کے مطابق کام کر کے دکھائیں۔ اگر قریب میں کوئی مقامی جماعت یا منفرد رکن ہوتا ہے تو ان سے امیدوار رکنیت کو وابستہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح دو تین مہینے ان کا رویہ دیکھ کر پھر جماعت میں بطور رکن لے لیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ ہم نے اس لیے اختیار کیا ہے کہ ہمیں ارکان کی کثرت و قلت سے زیادہ بحث نہیں بلکہ ان کے سیرت و کردار اور اخلاق و اخلاص سے ہے۔ اس وقت ہماری نظر اس چیز پر ہے کہ ہر مقام پر ہمیں ایسے پختہ آدمی مل جائیں جو اس دعوت کے کام کو ذمہ دارانہ اور قابلِ اعتماد طریقے سے چلانے کے اہل ہوں اور لوگوں کی رہنمائی و قیادت اسلامی اصولوں پر کر سکتے ہوں۔

ہماری اسی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ مذکورہ ۲۲۴ درخواست کنندگان میں سے صرف ۴۷ حضرات کو جماعت میں لیا گیا اور نہ لیے جانے والے حضرات میں ایسے احباب بھی شامل تھے جنھوں نے عمر بھر کی پیدا کردہ ہزاروں روپیوں کی جائداد

ہمارے علم واطلاع یا کسی دوسرے کے دباؤ یا اشارے کے بغیر محض اپنے ایمان سے مجبور ہوکر اس کے اصل حق داروں کے حوالہ کردی تھی اور یہ اس حال میں کہ اس کے بعد ان کے پاس ایک پائی بھی نہ بچی تھی۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان صاحب نے یہ جائداد ایک اور مذہبی تحریک کی لیڈری کے زمانے میں پیدا کی تھی، لیکن جماعت اسلامی کے نظریے سے متاثر ہونے سے پہلے نہ کبھی یہ انھیں ایمان کے منافی معلوم ہوئی اور نہ ان کی لیڈری وقیادت پر اس سے کبھی کوئی حرف آیا۔

جماعتِ اسلامی سے علیحدگی

داخلے کے معیار کو بلند کرنے کے ساتھ ہم نے ان ارکان کا بھی احتساب کرنا شروع کردیا ہے جو ان پابندیوں کو عائد کرنے سے پہلے جماعت میں آچکے تھے۔ چنانچہ اس سال ۲۴ حضرات سے درخواست کی گئی کہ وہ جماعت سے الگ ہوکر اپنی مزید اصلاح کریں۔ ان میں سے بیشتر کے سلسلے میں تو جماعتی کاموں میں پوری دل چسپی نہ لینے کی شکایت تھی۔ ایک صاحب نے اپنی اہلیہ کو معلق کر رکھا تھا اور ان سے جب یہ کہا گیا کہ اسے آباد کریں یا چھوڑ دیں تو وہ نہ جاہلی رسم ورواج کی وجہ سے اسے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے اور نہ ان کی طبیعت اور گھریلو حالات نے اسے آباد کرنے پر آمادہ ہونے دیا۔ دو تین حضرات اپنے سابقہ گروہی تعصبات پر قابو نہ پا سکے۔ دو تین حضرات کو الیکشن کے زمانے میں قومی درد نے جماعت سے علیحدگی پر مجبور کردیا اور ان چوبیس کے علاوہ ایک صاحب، جنھوں نے از خود جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ انھوں نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان کے استاد محترم پر کچھ لوگ سیاسی اختلافات کی وجہ سے حملے پر حملے کر رہے تھے اور جماعت میں رہتے ہوئے وہ ان کی حمایت میں

لڑائی نہ لڑ سکتے تھے۔ لیکن ان ۵۲ میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہمیں معلوم نہیں جسے جماعت کے نصب العین یا طریق کار سے کوئی اختلاف ہو، بلکہ چند ایک کے سوا ہر ایک کو علیحدگی کا رنج ہے، وہ ہمارے قریبی ہمدردوں میں شامل ہیں اور اپنی اصلاح کے لیے کوشاں ہیں۔

جماعت میں داخلے اور علیحدگی کے لیے امیر جماعت کی منظوری

جماعت کی رکنیت اور اس سے علیحدگی کے متعلق مقامی جماعتیں اور منفرد ارکان بعض مرتبہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ نئے حضرات کی رکنیت کا آخری فیصلہ ان کو خود نہیں کر لینا چاہیئے بلکہ ابتدائی سارے مراحل سے امیدوار کو گزار لینے کے بعد پھر اس کی رکنیت کی منظوری امیر جماعت سے حاصل کی جانی چاہیئے۔ اس کے بغیر کسی شخص کو رکن جماعت تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح کسی رکن کی جماعت سے علیحدگی کے لیے بھی امیر جماعت کی منظوری کی ضرورت ہے ممکن ہے کہ آگے چل کر ہم ان قیود میں کمی کر دیں اور جماعت کی توسیع کے ساتھ یہ کمی بہرحال کبھی نہ کبھی کرنی ہو گی، لیکن اس وقت چونکہ جماعت کی بنیادیں بہت پائیدار اٹھانی ہیں اس لیے ان پابندیوں کی شدید ضرورت ہے اور ہمیں توقع ہے کہ ارکان جماعت اور امیدوارانِ رکنیت ان کو بخندہ پیشانی قبول کریں گے

مقامی جماعتوں اور ارکان کی تعداد

اس وقت سارے ملک میں ۷۵ مقامی جماعتیں قائم ہیں اور ارکان کی موجودہ تعداد ۴۸۶ ہے۔ ایک سو چون (۱۵۴) مقامات پر ارکانِ جماعت مرکزی

براہ راست ہدایات کے ماتحت اور مرکز کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی رکن جماعت تو موجود نہیں، لیکن ہمارے قریبی ہمدرد ارکانِ جماعت ہی کی سی مستعدی اور سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ تعداد ارکان کے لحاظ سے مختلف صوبوں اور علاقوں کی ترتیب حسب ذیل قرار پاتی ہے:

(۱) پنجاب ۲۹۱ (۲) یو پی ۶۰ (۳) حیدرآباد، دکن ۳۶ (۴) مدراس ۳۱، (۵) دہلی ۱۴ (۶) وسط ہند ۱۲ (۷) سرحد ۱۰ (۸) بمبئی ۹ (۹) سندھ ۸ (۱۰) بہار ۷ (۱۱) میسور ۶ (۱۲) بنگال ۲۔

رکنیت کے لیے نئی درخواستوں کے لحاظ سے صوبوں کی ترتیب یہ ہے:

(۱) پنجاب ۱۱۰ (۲) یو پی ۵۶ (۳) سندھ ۱۳ (۴) وسطِ ہند ۱۳ (۵) سرحد ۷ (۶) بمبئی ۹ (۷) حیدرآباد، دکن ۶ (۸) دہلی ۴ (۹) بلوچستان ۳، (۱۰) بنگال اور بہار ۲ (۱۱) مدراس ۱۔

مقامی جماعتوں اور ارکان کی عام حالت

اگرچہ اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والے سپاہیوں کے لیے جس سیرت و کردار، نظم و ضبط اور اخلاق و عزم کی ضرورت ہے۔ اس کے حاصل ہونے میں ابھی کچھ وقت لگے گا لیکن اب ارکانِ جماعت جس رفتار سے اپنی اصلاح کر رہے ہیں۔ اس سال بالخصوص الیکشن کے زمانے میں انھوں نے جس پختگی اور یکسوئی کا اظہار کیا ہے اور جس طرح انھوں نے اپنے عقیدے اور نصب العین کے خلاف سرِ مو حرکت کرنے کے بجائے قوم و برادری اور ساری سوسائٹی میں ہدفِ ملامت اور نکّو بن جانا گوارا کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب

ارکانِ جماعت اپنے عقیدے اور نصب العین کے مقتضیات کو ماشاءاللہ خوب سمجھ رہے ہیں۔ ارکانِ جماعت ہی نہیں بلکہ ہمارے ہمدردوں کی بھی ایک کثیر تعداد الہ سازی کے اس ہنگامے سے بالکل الگ رہی۔

ہمارے ایک رکن جماعت جنھوں نے معاشی پریشانیوں سے مجبور ہوکر محکمہ تعلیم میں عارضی ملازمت اختیار کرلی تھی جب ان کے سامنے محکمہ کے افسر اعلیٰ نے ان کی امانت و دیانت اور کام سے متاثر ہوکر انھیں ایک بالاتر آسامی پر مستقل کردینے کی تجویز کی تو ہمارے رفیق نے استعفیٰ لکھ کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے کہ مبادا شیطان انھیں نظامِ باطل میں سہولت مہیا کرکے راہِ حق سے دور لے جانا چاہتا ہو۔

اس وقت ۷۵ جماعتوں میں سے صرف چار ایسی ہیں جن کے کام سے ہم مطمئن نہیں۔ ان میں سے دو کے بارے میں تو زیادہ شکایت اس لیے نہیں کہ وہاں جو کام چلانے کی صلاحیت رکھنے والے اصحاب تھے انھیں معاشی تنگدستی نے بہت پریشان کردیا اور ایک تو نقل مکانی کرگئے اور پیچھے چند اَن پڑھ لوگ ہی رہ گئے اور دوسرے بیماری کی وجہ سے زیادہ حصہ نہ لے سکے۔ تیسری جماعت کو دو ماہ کی مہلت اس غرض سے دی گئی تھی کہ وہ اصلاح کرلے اور یہ مہلت اس اجتماع پر ختم ہوتی ہے۔ اب ان کے سارے حالات کا جائزہ لے کر کوئی فیصلہ ہوسکے گا اور چوتھی کو نوٹس دیئے بغیر ہم ابھی ان کے طرزِ عمل کو دیکھ رہے ہیں۔

اطاعتِ امیر

ایک اور شے جو بعض مقامات کے بارے میں کھٹکتی رہی ہے اور جو آگے

چل کر بدنظمی کا موجب ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض جگہ مقامی امیر کی اطاعت کا صحیح احساس پیدا نہیں ہوا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ جس نظریئے پر جماعت اسلامی کی تشکیل ہوئی ہے اس کی رو سے تمام معروف کاموں میں بالعموم اور شرعی اصولوں کے تحت نظم جماعت سے تعلق رکھنے والے کاموں میں بالخصوص، امیر جماعت یا اپنے مقامی امیر کے احکام و منشا سے بے اعتنائی برتنا ویسا ہی گناہ ہے جیسے کہ خدا اور رسولؐ کے احکام و منشا سے بے اعتنائی برتنے کا گناہ ہوتا ہے۔ وہ امیر شرعی اور آپ کے لیڈر کی حیثیت رکھتے ہیں، انجمنوں کے صدر نہیں ہیں جنھیں محض انجمن کے انتظامی کاموں کے لیے رسمًا چن لیا گیا ہو۔ ان کی اطاعت ارکان جماعت کے لیے لازم ہے، خاص حالات میں امیر کو بدل کر دوسرا امیر بنایا جا سکتا ہے لیکن جب تک وہ اپنے منصب پر قائم ہے اس کی معروف میں بے چون و چرا اور پوری خوش دلی اور اخلاص سے اطاعت کی جانی چاہیئے اور اس بارے میں اگر کوئی کوتاہی پائی جائے تو امیر سے زیادہ ارکان کو باہم ایک دوسرے پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ مقامی امیر سے کوئی شکایت ہو تو اسے فتنہ کا ذریعہ بنانے کے بجائے بلاتردّد امیر کے سامنے لانا چاہیئے۔ اور پھر مقامی اجتماع میں، اور اگر ضرورت ہو تو امیر جماعت کے سامنے۔

مقامی امیر کے صفات اور فرائض

جہاں جہاں اس بارے میں کچھ شکایات پیدا ہوئی ہیں ان کا تجزیہ کرنے پر ہر جگہ یہی محسوس ہوا کہ دراصل انتخاب امیر کے وقت اس منصب کی اہمیت اور اس کے لیے ضروری صفات کا پورا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ امیر کے بجائے ایک صدر انجمن کا انتخاب کیا گیا۔ آئندہ ایسے مواقع پر اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُمْ

اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا کی پوری پابندی ہونی چاہیے اور اس امر کو پیش نظر رکھا جائے کہ جس شخص کو اپنا سردار اور امیر بنایا جا رہا ہے

(۱) وہ تمام ارکان میں نسبتاً صالح تر، زیادہ نیک سیرت اور متبع شریعت ہے۔

(۲) جماعت کے اصول اور طریق کار کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

(۳) تدبّر اور معاملہ فہمی کے ساتھ جماعت کے معاملات کو چلا سکتا ہے۔

اور :

(۴) بستی کے دوسرے لوگ بھی اسے بالعموم عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

پھر جس شخص کو امیر بنایا جائے اس کے فرائض میں سے ہے کہ :

(i) مقامی جماعت میں نظم قائم رکھے اور :

(ii) نہ صرف خود جماعت کے کام کو سرگرمی کے ساتھ انجام دے بلکہ ارکان کو بھی اخلاقی حیثیت سے درست اور عملی حیثیت سے سرگرم رکھے۔

جماعت کا حلقۂ اثر

اندرونِ ملک جماعت کا حلقۂ اثر گزشتہ سال کی نسبت بہت وسیع ہو گیا ہے۔ جن صوبوں اور علاقوں میں پہلے سے ہماری آواز پہنچی ہوئی تھی ان میں پہلے سے بہت زیادہ عام ہوگئی اور بہت سے ان علاقوں میں بھی لٹریچر پہنچا جہاں اب تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ ہمارے لٹریچر میں وقت کے سیاسی نظامات اور تحریکوں پر مفصل عملی تنقید کی گئی ہے اس لیے جو سیاسی بیداری الیکشن کے زمانے میں لوگوں میں پیدا ہوئی (گو کہ وہ ہمارے نزدیک قابلِ اطمینان اور صحیح نہ تھی) اس کی وجہ سے لوگوں نے اور زیادہ دلچسپی کے ساتھ ہمارے لٹریچر کی طرف رجوع کیا اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بسا اوقات شر کی قوتیں بھی نادانستہ خیر کی خدمت کر گزرتی ہیں۔ الیکشن لڑتے والے فریقین نے ہمارے لٹریچر میں سے وہ چیزیں پبلک میں پیش کرنے کی بکثرت کوشش کی۔ جس کی زد دوسرے فریق پر پڑتی تھی۔ اور اس طرح بھی پبلک کی ایک کافی تعداد ہمارے لٹریچر سے روشناس ہوگئی۔

آسام، بنگال، راجپوتانہ، سی پی اور بلوچستان، جو اس سے پہلے ہماری دعوت سے بالکل ناآشنا تھے، وہاں بھی اس سال ہماری دعوت پہنچ گئی اور بہت سے مقامات پر کام کا آغاز ہوگیا۔ سی پی میں کئی لوگ جماعت میں شریک ہوئے، بلوچستان سے بھی کئی حضرات نے رکنیت کی درخواستیں کیں اور اگرچہ جماعت میں تو ابھی کسی کو داخل نہیں کیا گیا لیکن کوئٹہ، چمن، یارو، مچھ اور ضلع

چاٹگام کے مختلف مقامات پر ہمدرد پیدا ہو گئے ہیں۔ بنگال سے بھی کئی حضرات کی رکنیت کے لیے درخواستیں آئیں اور آسام سے لٹریچر کو وہاں کی مقامی زبان میں منتقل کرنے کی ایک صاحب نے اجازت چاہی۔ راجپوتانہ میں بھی کئی مقامات پر ہمدردوں کے حلقے بن گئے ہیں اور کچھ لوگ جماعت میں بھی شریک ہیں۔

اس الیکشن نے جماعت کے مسلک اور ارکان اور ہمدردوں کو ہر جگہ بالکل نمایاں کر دیا اور اگرچہ ہر پارٹی نے ہر جائز و ناجائز طریق پر ان کو دبانے کی کوششیں کیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے سب منصوبوں میں ناکام رہے اور اس اعتراف کے ساتھ پسپا ہوئے کہ فی الواقع اسلام کی راہ وہی ہے اور ایمان و توحید کا تقاضا بھی وہی ہے جو جماعتِ اسلامی کر رہی ہے۔

بیرونِ ملک

اس سال جماعت کا حلقۂ اثر ہندوستان سے باہر امریکہ، افریقہ، عرب، ایران اور انگلستان تک وسیع ہو گیا ہے اور ان ممالک میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے ذرائع پیدا کر دیے ہیں، جن کو وہاں کام کی ابتداء کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ انگلستان میں دو جگہ لندن اور مانچسٹر میں کچھ کام شروع ہو گیا ہے۔ عرب میں خاص مدینہ منورہ کے ایک بزرگ ہمارے ساتھ اشتراکِ عمل کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں۔ وہ دارالاسلام آ چکے ہیں اور اب اس اجتماع میں شامل ہیں۔ انھوں نے جماعت کے کام کے لیے اپنے آپ کو پوری طرح جماعت کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا ہے اور عرب میں ایک بارسوخ آدمی ہیں۔ کچھ عربی لٹریچر نکل آئے تو انشاءاللہ عربی ممالک میں کام شروع ہو جائے گا۔

بحرین کے بھی ایک صاحب لٹریچر منگوا رہے ہیں۔ ابھی وہاں کے تفصیلی حالات سے ہم واقف نہیں ہیں۔

افریقہ میں تین جگہ یعنی روڈیشیا، نٹال اور کینیا میں لٹریچر جا رہا ہے اور توقع ہے کہ انشاء اللہ آئندہ سال روڈیشیا اور نٹال میں منظم کام شروع کرنے کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

امریکہ میں نیویارک کی ایک عرب کمپنی نے ہمارا لٹریچر منگوانا شروع کیا ہے چونکہ وہاں صرف انگریزی ہی لٹریچر کی مانگ ہے اور یہ ہمارے پاس بہت کم، بلکہ برائے نام ہی ہے اس لیے وہاں اور دوسرے انگریزی بولنے والے ممالک میں بھی کام کی رفتار ابھی بہت سست ہے۔ کچھ انگریزی لٹریچر تیار ہو جائے تو انشاء اللہ ان ممالک میں ہمیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو اپنے طور پر اس دعوت کے کام کو وہاں شروع کر سکیں۔

ملایا اور ایران میں بھی اب ہمارا لٹریچر جا رہا ہے لیکن اسے منگانے والے وہی لوگ ہیں جو ملازمت کے سلسلے میں عارضی طور پر وہاں مقیم ہیں۔ بہر حال وہ اس کوشش میں ہیں کہ ان خیالات کو مقامی لوگوں تک کسی طرح پہنچا سکیں۔

انڈونیشیا کے ایک صاحب، جو ان دنوں ہندوستان میں ہیں، اور انڈونیشیا میں اس جنگ سے پہلے ایک رسالہ نکالتے رہے ہیں، ہمارے بہت قریب ہیں، بہت سا لٹریچر پڑھ چکے ہیں۔ ترجمان القرآن اور کوثر کا مطالعہ کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ حالات بحال ہو جانے پر انڈونیشیا واپس جا کر وہاں کی مقامی زبان میں اس دعوت کے کام کو شروع کریں۔ خیال ہے کہ اگر یہ صاحب کچھ وقت نکال سکیں تو ان کو کچھ عرصہ مرکز میں رکھ کر اس درجہ تیار کر دیا جائے کہ واپس جا کر وہاں باقاعدہ اس کام کو چلا سکیں۔

غیر مسلم حضرات

غیر مسلموں میں کام کی رفتار میں کوئی قابل ذکر ترقی نہیں ہوئی اور اس کی بڑی وجہ وہ قومی کشاکش

ہے جو ہندوؤں اور عام مسلمانوں میں روز افزوں ترقی پر ہے لیکن جس ڈھنگ پر ہم کام کر رہے ہیں اس سے امید ہے کہ انشاءاللہ بہت جلد تعصبات کی یہ دیواریں ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی اور غیر مسلم ہماری دعوت کو سراسر ایک اصولی دعوت کی حیثیت سے دیکھنے لگیں گے، جسے کسی قوم یا وطن و نسل سے کوئی سروکار نہیں۔

طبقۂ نسواں گزشتہ سال طبقۂ نسواں میں ہمارا کام تقریباً صفر تھا، اور ہم بہت پریشان تھے کہ اس طبقہ تک اپنی آواز کو کس طرح پہنچائیں، کیونکہ کوئی تحریک اس وقت تک پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتی، اور اگر کامیاب ہو بھی جائے تو زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ عورتوں کی امداد اُسے حاصل نہ ہو۔ طبقۂ نسواں انسانی سوسائٹی کا وہ حصہ ہے جو کسی قوم یا نسل کو بنانے اور بگاڑنے دونوں میں اہم ترین پارٹ ادا کرتا ہے اور جس کے بارے میں انگریزی کا یہ مقولہ سو فی صدی درست ہے۔ THE HAND THAT ROCKS THE CRADLE RULES THE WORLD ۔ یعنی جو ہاتھ جھولے کو ہلاتا ہے اسی میں دنیا کی باگ ڈور ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سال اس حلقے میں بھی کچھ کام کی ابتدا ہو گئی، اور اب خواتین میں ایک حرکت شروع ہو رہی ہے۔ ایک خاتون جو اسی سال جماعت میں شریک ہوئی ہیں ان کا کام تو اس قدر اچھا اور تسلی بخش ہے کہ اسے میں نمونے کے طور پر یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ حاضرین اجتماع اور بالخصوص خواتین کو معلوم ہو کہ عورتیں دعوتِ حق کے موجودہ مرحلے میں کیا کس طرح حصہ لے سکتی ہیں۔ چنانچہ میں اس بہن کے کام کی ایک ماہوار رپورٹ انہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) پچھلے ماہ کی ۲۵ کو میری اکلوتی بھانجی (مرحومہ بہن اور مرحوم

بہنوئی کی نشانی) کچھ علیل ہوکر سسرال سے آئی تھی۔ میں نے اس کی خدمت اور تیمار داری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خدا کے فضل و عنایت سے اسے چند دنوں کے بعد کلی صحت ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ جو اب تک جاری ہے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے خاوند بھی دو دن کے لیے آئے تھے انھیں بھی دعوتِ اسلامی سے روشناس کرنے کی کوشش کی، نتیجہ اچھا رہا۔

(۲) عید پر بھائی بھاوج کو قربانی پر آمادہ کیا۔ بھائی تو پہلے بھی دیا کرتے تھے۔ بھاوج نے میرے ترغیب دینے پر قربانی دی۔ بھاوج مجھ سے قرآن شریف بھی پڑھ رہی ہیں اور اسلامی لٹریچر بھی۔

(۳) عید سے پیشتر آس پاس کے چند ضرورت مندوں کو میں نے تبلیغ مقاصد کی خاطر تقریباً ایک درجن کپڑے سی کر دیئے۔ اور اسی خاطر چند رشتہ دار بچوں کے سوئیٹر بُنے۔

(۴) چار دیرینہ رفیقاؤں سے تبلیغ بالمراسلہ کی۔ ان میں سے دو ٹرینڈ گریجوایٹ ہیں اور دو میٹریکولیٹ۔ تینں تک میری وساطت سے بہت سا اسلامی لٹریچر پہنچ چکا ہے۔ ایک کو تیار کر رہی ہوں۔ کل وہ مجھ سے ملنے آرہی ہیں امید ہے کہ اللہ تعالےٰ کوئی اچھا سا موقع نکال ہی دے گا۔

(۵) علاوہ ازیں میری جن رشتہ داروں سے خط و کتابت ہے سب کو اسلام ہی کی طرف دعوت دے رہی ہوں اور اسلامی

لٹریچر کے مطالعے پر راغب کرتی ہوں۔

(۶) مقامی گورنمنٹ گرلز اسکول کی معلمات نے ہمیں "عید پارٹی" پر چند روز ہوئے مدعو کیا۔ ہم دونوں نند بھاوج اسی خیال سے شریک ہو گئیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا ضرور کچھ نہ کچھ ذکر ہوگا لیکن جب وہاں پہنچے تو اور ہی رنگ تھا اور ہمارے لیے وہاں کا ایک ایک منٹ گھنٹے سے بھی زیادہ طویل تھا۔ آخر جوں توں کر کے کھانا ختم کیا تو انھوں نے گانا بجانا شروع کر دیا۔ ہم اجازت مانگ رہے تھے اور وہ ہماری مزید شرکت پر مصر تھیں۔ آخر کار ہم دونوں ان کی رضامندی کے بغیر ان کی حرکات پر اظہار ناراضگی کر کے چلی آئیں۔ اس سے دوسرے تیسرے روز بعد ان کی ایک نمائندہ استانی ہمارے یہاں ملنے کے لیے آئی۔ تو میں نے اسے مفصل بتایا کہ آپ لوگ غیر مسلم استانی صاحبات کے سامنے کس قسم کا اسلام پیش کر رہی ہیں اگر ان کے نزدیک گانا بجانا، عریانی و بے حیائی معیوب نہیں ہے تو کیا آپ بھی انہیں کے معیار پر اسلام کو لے آئیں گی!

عزیز و احباب کو دعوت دینا اسلام کے نزدیک بہت اچھا کام ہے لیکن اس طرح کے عریاں اور اخلاق سوز گانے اور اخلاق اسلامی سے ایسی گری ہوئی حرکتیں (جنھیں ہم کو وہاں مجبوراً دیکھنا پڑا) کون سا ثواب کا کام ہے؟ لیکن انہیں عذاب و ثواب کی کیا پرواہ ہے، بنیادی چیز خدا و آخرت کے تصورات سے خالی ہونے کا یہی نتیجہ ہے۔ یہاں سوال پیدا

ہوتا ہے کہ تبلیغ کس طرح کی جائے ؟ اگر ان لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیں تو تبلیغ کا کون سا موقع ملے ؟ اگر ملیں تو کیسے ملیں ؟ ان کی ایک ایک حرکت دل کو کھٹکتی ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے اور یہی خدشہ رہتا ہے کہ ان کی اصلاح تو شاید ہی ہو، ہم کہیں خود بھی ان کے ساتھ نہ ڈوبیں اور اپنے وقت کو خواہ مخواہ ضائع کریں۔ یہی حال دوسری معزز خواتین سے ملاقات کا ہے اگر ان سے ملنے جائیں یا وہ ملنے آئیں تو سوائے فضول گوئی اور خودستائی کے ان کے پاس کوئی موضوعِ گفتگو نہیں ہوتا، یا بڑی بات ہوئی تو گرانی کا رونا اور اپنی بدقسمتی کا۔ اسی لیے ان پورے پانچ ماہ کی طویل اقامت کے بعد بھی سوائے اپنی پڑوسن کے میری کسی خاتون کے ساتھ ملاقات نہیں، اور وہ اس لیے کہ حسنِ اتفاق سے اُسے مطالعہ کا شوق ہے اور باوجود سات بچوں کی ماں ہونے کے روزانہ مجھ سے اسلامی کتابیں لے کر پڑھتی ہے۔ جتنا اسلامی لٹریچر میرے پاس ہے اس نے تقریباً سب پڑھ لیا ہے۔ وہ خود اگرچہ تحریک سے متاثر ہے (کیوں کہ اس کے باپ بھائی اسی جماعت کے آدمی ہیں) تاہم اسلامی جماعت کے اصولوں سے نظری طور پر متفق ہو رہی ہے اور شاید کسی وقت عملی طور پر بھی ہو جائے۔

اس کے علاوہ چند دوسرے اہلِ کاروں کی بیویوں سے بھی تعارف حاصل ہوا ہے لیکن ایک ایک دو دو ملاقات کے بعد آنے جانے کا سلسلہ تقریباً بند ہے۔ البتہ ان میں

سے کسی کو اگر میری مدد کی ضرورت ہو، تو ان کی تالیفِ قلب کے لیے ہمیشہ امداد کرنے کو مستعد رہتی ہوں اور اکثر سلائی پڑھائی کے سلسلہ میں مدد کرتی رہتی ہوں۔ تبلیغ کا صرف یہی طریقہ مجھے مفیدِ مقصد معلوم ہوا ہے۔

(۷) گھر کے اندر افراد پر تبلیغ کرنے کے مواقع خدا کے فضل سے ہر ہر ساعت میسر ہیں۔ میں زیادہ تر انہی سے فائدہ اٹھا رہی ہوں۔ گھر کے ہلکے ہلکے کام اور افراد کنبہ کی خدمت سے ان کو اسلامی دعوت سے متاثر کر رہی ہوں۔ اس سے پیشتر میں نے کبھی خود پانی کا گلاس گھڑے سے لینے کی بھی تکلیف نہیں کی تھی، صرف پڑھنے لکھنے سے کام تھا۔ اگر والدہ صاحبہ کو کبھی فرصت نہ ہوتی اور وہ کہتیں کہ دودھ پی لو یا روٹی کھالو، تو یہ کہہ کر لیٹ جاتی کہ اگر نکال کر یہاں لائیں گی تو کھا پی لوں گی ورنہ نہیں۔ مجبوراً انھیں کو ہر کام کرنا پڑتا۔ اب خدا کے فضل سے ان کی خود خدمت کر رہی ہوں اور انھیں آرام کرنے کا ہر ممکن موقع دیتی ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے افرادِ کنبہ اور مہمانوں کی خاطر مدارات میں بھی پیش پیش رہتی ہوں تاکہ انھیں اس نعمت سے روشناس کر سکوں جو خدا کے فضل سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہے کہ میری کوشش سے میرا چھوٹا بھائی اور بھانجی کا خاوند (خدا کے فضل سے) اپنے محکموں سے ناجائز مراعات حاصل کرنے سے تقریباً کلی طور پر محترز ہو گئے ہیں اور ادائیگی صلوٰۃ و زکوٰۃ میں نسبتاً مستعد ہو گئے ہیں۔ بڑے

بھائی اور بہنوئی میرے ہوش سنبھالنے سے پیشتر ملازم ہو کر دُور چلے گئے تھے اور سالوں کے بعد چند دن کی یکجائی میسّر ہوتی ہے اس جلدی میں کیا تبادلۂ خیالات اور تبلیغ ہو سکتی ہے۔ دوسرے وہ عمر میں کافی بڑے ہیں۔ بے تکلفی سے باتیں کبھی نہیں ہو سکتیں یہی ایک چھوٹے بھائی میری تعلیم اور دوسرے مشاغل میں شروع سے رفیق اور معاون رہ چکے ہیں۔ خدا کی مہربانی سے امید ہے کہ یہ اسلامی جماعت میں کبھی داخل ہو جائیں گے اور ممکن ہے اپنی موجودہ ملازمت ترک کر کے جماعت کے رکن بن جائیں اور پورے پورے خادمِ اسلام بنیں دعوت تو میں سب کو دے رہی ہوں لیکن زیادہ توجہ انہی کی طرف ہے۔ انہی کے پاس ہوں۔

(۸) اپنی پڑوسن کی لڑکی کو حسبِ سابق گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ فارسی، انگریزی وغیرہ پڑھا رہی ہوں۔

(۹) گھر کے اندر اور باہر میری تمام خدمات رضاکارانہ ہیں۔ دائم المریض ہونے کی وجہ سے تمام متعلقین مجھ سے کسی خدمت کا مطالبہ نہیں کرتے لیکن اب میں خود احساسِ ذمہ داری کے ماتحت اپنی عمر کا کوئی لمحہ بیکار نہیں کھونا چاہتی۔ کیوں کہ خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں کتنا کر سکتی ہوں اور کتنا نہیں اس لیے ہر ایک کی ہر ممکن خدمت کرنے کو تیار رہتی ہوں اس طرح مجھے مطالعے کے لیے وقت تھوڑا ملتا ہے لیکن ادائیگی فرض سے جو اطمینان حاصل ہوتا ہے وہ کسی حد تک

اس کی تلافی کر دیتا ہے۔ ہر وقت تبلیغ کے موقع کی تاک
میں رہتی ہوں، زبانی تبلیغ کا موقع بہت ہی کم ملتا ہے لیکن
عملی تبلیغ تو اللہ کی مہربانی سے چوبیس گھنٹے جاری ہے۔
(۱۰) میری اپنی اصلاح ابھی تک پوری پوری نہیں ہوئی۔ اس
ماہ میں بہتیری غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن خدا کی رحمت
سے اس کی ذات پر بھروسہ بڑھ رہا ہے اور فضول پریشانیاں
لاحق نہیں ہوتیں، خدا مجھے سچا مسلمان بننے کی توفیق دے۔"

اگر دوسری خواتین بھی اسی سرگرمی اور انہماک سے کام شروع کر دیں تو ہمارا کام بہت تیزی سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ ارکانِ جماعت کی بیویوں اور دوسری رشتہ دار خواتین پر تو اس کام کی بڑی ہی شدید ذمہ داری ہے۔ مجھے امید ہے کہ دوسری بہنیں اپنی اس بہن کے کام میں اپنے لیے بہت کچھ رہنمائی پائیں گی۔

طبقہ علماء

آپ کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ اس سال جن ۲۲۴ حضرات کی رکنیت کے لیے درخواستیں آئی ہیں ان میں سے ساٹھ سے زائد عربی مدارس کے اساتذہ، طلبا اور فارغ التحصیل حضرات ہیں۔ اس وقت تقریباً سب بڑے بڑے دینی مدارس میں ہمارا لٹریچر جا رہا ہے۔ اکثر میں باقاعدہ دارالمطالعے اور گشتی لائبریریاں قائم ہو چکی ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کم سے کم نئے طلباء اور مدرسین میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ اس الیکشن کے ہنگامے نے یہاں ننانوے فی صدی لوگوں کو اپنے سیلاب میں بہا لیا اور وطن پرستی اور قوم پرستی کو ایک وبا کی طرح ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔ وہاں ایک بڑا کام اس نے یہ بھی کیا کہ ان تمام اخلاقی کمزوریوں کو جو مسلمانوں کے عام طبقات کی طرح مذہبی

طبقے میں بھی موجود تھیں مگر چھپی ہوئی تھیں، بے نقاب کر کے منظر عام پر رکھ دیا، اور اپنے اور غیر سب نے دیکھ لیا کہ فسق و فجور کی شہرت رکھنے والے نئے تعلیم یافتہ لوگوں اور عامیوں کی طرح دین داری کی شہرت رکھنے والے علما بھی سیاسی اغراض اور جتھے بندی کے جوش میں جھوٹ، فریب، چالبازیاں، غیبتیں، بدزبانیاں اور وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو دوسرے ناخدا ترس دنیا دار کر سکتے ہیں۔ اس چیز نے ہمارے مذہبی طبقے کے ایک بڑے حصے کی آنکھیں کھول دیں اور جو لوگ ان کے اندر فی الواقع مذہبی ذہنیت رکھتے ہیں اور اخلاق و دیانت کے اسلامی تصورات سے آشنا ہیں وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ جن حضرات کے پیچھے وہ اب تک چلتے رہے ہیں وہ انھیں کدھر لیے جا رہے ہیں۔

ہمارے سیاسی علما نے اس ہنگامے میں جس سیرت و کردار اور بے اصولے پن اور ناخدا ترسی کا اظہار کیا ہے اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی احادیث سے جو کھیل کھیلے ہیں اور اس دعوتِ حق کو حق اور عین اسلام ماننے کے باوجود اس سے پہلو تہی کرنے کے جو حیلے اور بہانے تراشے ہیں، اور ان کے بالمقابل ان کے الفاظ میں بظاہر بے دین طبقے جس طرح اس دعوت کا خیر مقدم کر رہے ہیں، اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ناخدا ترسیوں کی وجہ سے ان کو نظر انداز کر کے اب دوسرے ہی لوگوں کو اپنے کام کے لیے اٹھانے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات پر رحم فرمائے اور ان کو اپنے منصب اور اپنی ذمہ داریوں کا صحیح احساس و شعور عطا فرمائے۔ اور وہ اس طرح ضائع ہونے کے بجائے خدا کے دین کے کام آئیں۔

اگرچہ بالعموم بعض علما کی غلط روش نے مذہبی درس گاہوں کی فضا

کو بہت خراب کر دیا ہے اور اب وہ اور ان کے پیرو دین حق کے بجائے غیر اسلامی تحریکوں اور دعوتوں کے حاشیہ بردار بنے ہوئے ہیں لیکن اس گروہ میں سے خدا کے کچھ ایسے بندے برابر نکلتے چلے آرہے ہیں جو غیر اسلامی رہنمائیوں سے بیزار اور خالص دینی مقصد کے لیے دینی طرز پر کام کرنے کے خواہش مند ہیں۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں سے کتنوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اقامت کی جدوجہد میں عملاً شریک ہونے کی سعادت بخشے گا لیکن یہ حالت ہوا کا رُخ صاف بتا رہی ہے۔ بعض جگہ تو ایسے حلقوں کے علما راس کام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جہاں اس تحریک کے پہنچ جانے کا ہمیں وہم وگمان بھی نہیں تھا اور ہمارا یہ اندازہ تھا کہ یہ حلقے شاید دین کے بالفعل برپا ہونے کے بعد بھی متاثر نہ ہوں گے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ

یہ واقعہ ہے کہ بنیادی انسانی اخلاقیات کے لحاظ سے اس وقت جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہی امامت و پیشوائی کے مقام پر فائز ہے اور حد یہ ہے کہ ہمارے دینی رہنما، یعنی علماء حضرات بھی، ان سے اس درجہ مرعوب ہو چکے ہیں کہ اب وہ اپنا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں سمجھتے کہ اسی طبقہ کی خواہشات اور آرزوؤں اور فلسفوں اور سیاستوں کو کتاب وسنت کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کریں، اور اگر کوئی خدا کا بندہ ان کی غلطیوں اور غیر اسلامی کارروائیوں پر تنقید کر کے ان کو راہِ راست کی طرف لانے کی سعی کرے تو اسے الٹا موردِ الزام ٹھہرائیں۔ یہ کہہ دینے میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کی گمراہی اور بے راہ روی اور دین سے دوری کی پچاس فی صدی ذمہ داری علما رحضرات ہی پر ہے۔

ان حضرات کی دو رنگی زندگی نے دین اور غیر دین کو اس قدر خلط ملط کر دیا ہے کہ نہ صرف غیر مسلموں ہی کو، بلکہ دین سے ناواقف مسلمانوں کو بھی، دین کے مقتضیات

اور اس کی ہمہ گیری سمجھنے میں بہت سی مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں کے بڑے بڑے شیوخ و زہّاد بھی، جنھوں نے اپنی عمریں قرآن و حدیث کے سیکھنے اور سکھانے میں صرف کی ہیں۔ صرف وضع قطع اور لباس اور کچھ اصطلاحی عبادات میں قدیم طرز پر قائم ہیں، ورنہ اپنے طور و طریق، فلسفہ ہائے زندگی اور سیاستوں اور اجتماعی اخلاقیات میں وہ ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں بلکہ ان کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں تو وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ وضع قطع یہ لباس اور عبادات بھی صرف ان کی دقیانوسیت اور قدامت پسندی کا نتیجہ ہیں جو آہستہ آہستہ دور ہو جائیں گی۔

اس صورت حال کے طبعی نتیجے کے طور پر جب پنڈت جواہرلال نہرو نے یہ کہہ دیا کہ مسلمان اپنے تہذیب و تمدن کا اتنا شور مچاتے ہیں، آخر ان کے پاس ایک ٹونٹی دار لوٹے، ٹخنوں سے اوپر پاجامے، ایک خاص وضع کی ٹوپی اور لمبی داڑھی کے علاوہ اور ہے کیا چیز؟ تو یہ سب لوگ تلملا اٹھے، لیکن انصاف کی نظر سے دیکھئے کہ انھوں نے عملاً اس کے علاوہ اور اسلام کا پیش ہی کیا کیا ہے؟ جب مسلمان عوام سے لے کر ان کے علماء اور رہنماؤں تک مذکورہ افعال کے علاوہ (اور وہ بھی خال خال) سب کے سب اپنی عملی زندگی میں انھی طریقوں، نظریوں اور فلسفوں کے پابند اور پیرو ہیں جن کے کتاب و سنت سے بے بہرہ اور ان سے منکر لوگ پابند ہیں، تو غیر مسلم دنیا اسلام کو ٹونٹی، ٹخنے اور ٹوپی سے آگے جان ہی کیا سکتی ہے؟

جدید تعلیم یافتہ مسلمان اور غیر مسلم بھی، جب ان کے سامنے اسلام تمام تفصیلات سمیت پیش کیا جاتا ہے تو حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں اور پھر ان کا استدلال معقولات سے ہٹ کر اپنے "پیرو" اور "مقتدی"

علمار کے طرزِ عمل کی طرف پھر جاتا ہے کہ یہ لوگ جو ہمارے ہر فعل کو کتاب وسنت کی سند دے رہے ہیں۔ الیکشن کو معرکۂ بدر اور یوم الفرقان قرار دے رہے ہیں۔ کیا یہ دین کو نہیں جانتے؟ یہ چیز واضح کر رہی ہے کہ حضرات علمار کی ذمہ داری کتنی سخت ہے اور ان کے طرزِ عمل سے دینِ حق اور تحریکِ اقامتِ دین کو کس قدر نقصان پہنچ رہا ہے کہ اسلام سے ناواقف لوگ اپنے غیر اسلامی طور طریقوں کے لیے ان کے طرزِ عمل سے اسلام کی سند پکڑ رہے ہیں۔ ان کی توضیح کے لیے میں ان خطوط میں سے صرف ایک خط نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں جو ان دنوں ہمارے پاس آئے ہیں اور ان کے ساتھ ہی اس کا جواب بھی جو ہماری طرف سے دیا گیا ہے۔

بخدمت حضرت المکرم السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

عرض ہے کہ میں نے آپ کے رسالے کا خوب مطالعہ کیا ہے میری ایک برادرانہ گزارش ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے جو دارالاسلام پنجاب میں بنایا ہے، یہ غلط ہے اور جو آپ نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہے یہ بھی غلط ہے۔

اگر آپ دارالاسلام کے عاشق ہیں تو آپ کو دنیا کے اندر جو اس وقت دارالاسلام کہلاتے ہیں، وہاں جاکر انھیں صحیح معنوں میں دارالاسلام بنانا چاہیے۔ کیونکہ ان کی اصلاح جلدی ہو جائے گی۔ مثلاً سعودی عربیہ، مصر، افغانستان اور ترکستان وغیرہ، یعنی جہاں پر ظاہرا طور پر مسلمان حکمران ہیں۔ انھیں پہلے دارالاسلام بنائیے۔ پھر دارالکفر کی طرف متوجہ ہو جیے۔ پہلے مسلمان سلطنتوں کو ٹھیک

کیجیے'' بعد میں غیر مسلم ملکوں میں دار الاسلام کے بنانے کا دماغ
میں خیال لائیے۔ ان کی اصلاح بہ نسبت اس ملک کے جلدی ہو سکتی
ہے۔ ان کے دماغ آزادی کے الفاظ سے آشنا ہیں۔ ان ممالک
میں تو ابھی صحیح اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تو آپ ایسے ملک
میں اسلامی حکومت کیسے قائم کر سکتے ہیں جس کا نظام سرے
ہی سے باطل ہے۔

آپ فرمائیں گے کہ ان ممالک میں جانا مشکل ہے، اگر وہاں
جانا مشکل ہے تو ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی ریاستیں
ہیں۔ ان میں اس تحریک کو چلائیے مثلاً نظام اسٹیٹ، بھاولپور
چترال وغیرہ۔

آپ نے جو انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہے' یہ بھی غلط ہے۔
یہ اجتہاد آپ کا لغویت پر مبنی ہے۔ آپ کے اس اجتہاد کے خلاف
مولانا حسین احمد صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا
احمد سعید صاحب، حضرت مولانا امام الہند ابو الکلام آزاد،
مظہر علی صاحب اظہر، حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی
مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، حضرت مولانا قاسم
ثانی، قاری محمد طیب صاحب دار العلوم دیوبند، مولانا
حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا مولوی غلام مرشد صاحب، مولانا
محمد بخش صاحب مسلم، علامہ علاء الدین صاحب صدیقی، مولانا
شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی، مولانا
احمد علی صاحب جیسے مقتدر علمائے کرام اور صوفیائے عظام

ہیں۔ عام اس سے کہ وہ کانگریسی ہوں یا احراری یا لیگی، بہرکیف انھوں نے انتخابات کا بائیکاٹ نہیں کیا بلکہ اس میں حصّہ لیا اور ترغیب دی تو کیا آپ کے نزدیک یہ تمام حضرات حرام کے مرتکب ہوئے ہیں۔؟

میری اس عرضداشت کو ضد یا تعصب ہرگز نہ سمجھیں واللہ العظیم، میں سچ عرض کرتا ہوں، ضد نہیں، پارٹی بازی نہیں، صرف آپ کے رسالے کا مضمون پڑھ کر میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ آپ نے تمام بزرگان دین کو مرتکبِ حرام ایک دم قرار دے دیا مگر تعجب ہے کہ آپ کا دستِ اقدس شل نہیں ہوا۔

والسّلام!

جواب:

محترمی و مکرمی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہر آدمی کے لیے اس کا فرض اسی سرزمین پر عائد ہوتا ہے جہاں وہ پیدا ہوا ہو اور قیام رکھتا ہو اور دوسری جگہ اس کا جانا اسی صورت میں درست ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی پیدائشی سرزمین میں اپنا فرض ادا نہ کرسکتا ہو۔ اس کے علاوہ ہر آدمی کے لیے فطری طور پر میدانِ عمل ہونا ہی اس کا اپنا وطن ہے جہاں کی زبان، عادات، خصائل، سب سے وہ پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اب اگر یہ زمین سنگلاخ ہو تو اسے کوشش کرکے دیکھ لینا چاہیئے کہ وہاں کوئی بیج جڑ پکڑ

سکتا ہے یا نہیں ؛ کوشش کے بعد مایوسی ہو جائے تو دوسری مناسب سرزمین تلاش کرنا درست ہے۔

انتخابات کے متعلق آپ نے جو بات تحریر فرمائی ہے، آپ اس کے سوا کچھ اور فرما بھی نہیں سکتے تھے، کیونکہ آپ کے لیے یہ معلوم کرنے کا کہ اسلام کی اصولی تعلیمات کیا ہیں اور ان اصولی تعلیمات کا ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسائل سے کیا تعلق ہے، اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آپ بڑے بڑے علماء کی طرف دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں لیکن اسے میری بدقسمتی سمجھئے یا خوش قسمتی کہ میں اپنا دین معلوم کرنے کے لیے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کی سنت سے یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں اور یہ بھی تحقیق کر سکتا ہوں کہ اس ملک میں جو لوگ دین کے علم بردار سمجھے جاتے ہیں وہ کسی خاص مسئلہ میں صحیح مسلک اختیار کر رہے ہیں یا غلط۔ اس لئے میں اپنی جگہ مجبور ہوں کہ جو کچھ قرآن و سنت سے حق پاؤں۔ اسے حق سمجھوں بھی اور اس کا اظہار بھی کر دوں۔ آپ جو حق کو جاننے کے لیے دوسروں کے محتاج ہیں۔ آپ کے لیے یہ تو کسی نہ کسی طرح درست ہو بھی سکتا ہے کہ جن علماء کو آپ معیارِ حق سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلیں، لیکن آپ کے لیے یہ آخر کس طرح درست ہو گیا کہ جو اپنی آنکھوں سے راستہ دیکھنے کی قوت رکھتا ہے اس سے بھی آپ مطالبہ کریں کہ کسی

دستگیری کا محتاج یا نابینا بن کر چلے، یا اپنی بینائی کو آپ کی خاطر جھٹلائے۔"

ظاہر ہے کہ ہر وہ چیز جو مسلمان قوم کے لیے فائدہ مند ہو، ضروری نہیں کہ اسلام کے لیے بھی فائدہ مند ہو، کیوں کہ قومیت اور اسلام دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے الگ ہیں اور ان کے مفاد کا بہت سے معاملات میں تضاد اور ٹکراؤ ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقے کی ایک بڑی غلط فہمی یہ بھی ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے فائدے کی ہو، (فائدے سے مراد ان کے نزدیک، مادی فائدہ ہے) وہ لازماً اسلام اور نیکی کا کام بھی ہے اور افسوس ہے کہ یہ سبق بھی حضرات علما، ہی کا دیا ہوا ہے، جنھوں نے اسلام اور مسلم قومیت کو باہم متبادل بنا دیا ہے لیکن جماعت اسلامی کا لٹریچر پھیلنے سے اب حالات آہستہ آہستہ بدل رہے ہیں اور سنجیدہ اور سمجھ دار لوگ اپنے لیڈروں اور رہنماؤں پر تنقیدی نگاہ ڈالنے لگے ہیں اور ان کو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ آخر وہ کس قسم کی اسلامی حکومت اور کون سا اسلامی نظام ہوگا جسے یہ سُنّی و شیعہ مسلم و ملحد، اشتراکی و سرمایہ دار ملّا و بابو اور خدا اور رسولؐ کے شیدائی اور ان کا مذاق اڑانے والے سب ایک فوج بن کر قائم کرنے جا رہے ہیں! انشاءاللہ جوں جوں یہ لوگ "قومیت" کی بنیاد پر اپنی اسلامی حکومت کی عمارت کو اوپر اٹھائیں گے، اس کی کجی، ٹیڑھا پن اور اس کی اسلام سے

دوری نمایاں تر ہوتی چلی جائے گی، حتیٰ کہ منزل پر پہنچ جانے پر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو اسلام سے اور بھی دور نکل گئے، اِلاّ آنکہ ان کے ساتھی علمار اس وقت اسے بھی کتاب و سنّت کی سند عطا فرما دیں۔ ضرورت ہے کہ واقعات کی روشنی میں ان کی "اسلامی حکومت" کی حقیقت اور خط و خال کو اجاگر کیا جائے تاکہ کم سے کم ان میں کا وہ گروہ جو غلط فہمی سے اس رو میں بہہ رہا ہے، راہ راست پر آجائے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کی دینی حِس نسبتاً بہت جلد بیدار ہو جاتی ہے اور جس چیز کو یہ لوگ سوچ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں، پھر اس کے لیے ہر قسم کی قربانی بھی کر گزرتے ہیں۔ ان لوگوں میں ہمارا لٹریچر تیزی سے پھیل رہا ہے اور ایک کثیر تعداد میں یہ لوگ متاثر بھی ہو رہے ہیں اور ان کی سمجھ میں یہ بات آرہی ہے کہ موجودہ تمام تحریکیں وطنیت یا قومیت کے نظریے پر قائم ہیں اور وہ سرتاپا مغربی جمہوری اصولوں پر ارتقا کر رہی ہیں اور ان کا نتیجہ وطنی یا قومی نقطۂ نظر سے خواہ کتنا ہی مفید ہو، بہرحال اسلام سے ان کو کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ نظامِ اسلامی پر منتج ہو سکتی ہیں۔"

حلقہ وار اجتماعات

اس سال ملک کے مختلف حصوں میں حلقہ وار اجتماعات مسلسل ہوتے رہے، اور اس سے ارکان کو آپس میں ملنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور منظم طور پر کام کو آگے بڑھانے کے طریقے سوچنے اور باہم بیگانگی کو دور کرنے کا

اچھا خاصا موقع ملا اور اب یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوتی ہے کہ ارکانِ جماعت ایک دوسرے کے بہت قریب ہو رہے ہیں، باہم خیر خواہی، محبت، ہمدردی اور تعاون میں نمایاں ترقی کر رہے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جماعتی کاموں کو دوسرے سب کاموں سے عزیز تر سمجھنے لگے ہیں۔

حلقہ وار اجتماعات کے سلسلے میں مولانا امین احسن صاحب اصلاحی، محمد عبد الجبار صاحب غازی اور قیم جماعت نے ستمبر ۱۹۴۵ء میں صوبۂ سرحد کا دورہ کیا پشاور، کوہاٹ، نوشہرہ چھاؤنی اور تخت بھائی ضلع مردان میں لوگوں کو خطاب کیا گیا۔ تخت بھائی میں صوبۂ سرحد کا اجتماع تھا۔ اس میں بھی شریک ہوئے۔ سرحد سے واپسی پر کیمبل پور میں ضلع کیمبل پور، راولپنڈی اور جہلم کا اجتماع منعقد کیا گیا، اور گوجرانوالا میں ضلع گوجرانوالا اور گجرات کا اجتماع کیا گیا۔

اس کے بعد ۱۵، ۱۶ دسمبر ۴۵ء کو سیالکوٹ کے اجتماع میں مرکز سے مولانا امین احسن صاحب، غازی عبد الجبار صاحب، مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب اور قیم جماعت شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں ضلع سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور جموں کے احباب کو بلایا گیا تھا۔ پھر جنوری کے آخر میں روہیل کھنڈ کے اجتماع میں جو شاہجہان پور میں ۲۷ جنوری ۴۶ء کو منعقد ہوا، مرکز سے مولانا امین احسن صاحب اور قیم جماعت شریک ہوئے۔

اس کے علاوہ مولانا امین احسن صاحب نے کان پور اور بریلی کا بھی دورہ کیا اور امیر جماعت اپنے علاج کے سلسلے میں اکثر لاہور جاتے رہے اور دو مہینے دہلی میں بھی رہے اور ہر جگہ بہت سے لوگوں تک آواز پہنچانے کا کام کیا گیا۔

ان کے علاوہ جو اجتماعات ملک کے مختلف حصوں میں ہوئے، ان میں مرکز سے کوئی صاحب شریک نہیں ہوئے۔ یہ اجتماعات ہر حلقے کے ارکان اپنے طور پر

کرتے رہے اور ہم چاہتے بھی یہی ہیں کہ ہر حلقے کے رفقا، خود کافی ہو کر کام کرنے لگیں کیوں کہ مرکز میں اسٹاف اتنا کم ہے کہ وہاں سے کسی کا باہر نکلنا مشکل ہے۔

مرکزی مکتبہ سے لٹریچر کی اشاعت

ہمارا مرکزی مکتبہ جو دعوت کے ساتھ ہمارے شعبۂ مالیات کے لیے بھی ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتا ہے، اس سال بھی بدستور کاغذ کی کمی کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا رہا۔ پورے سال میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب کہ جماعت کی ساری کیا بیشتر مطبوعات بھی بیک وقت مکتبہ میں موجود رہی ہوں۔ کاغذ کا کوٹا اوّل تو ہماری ضروریات سے ہے ہی بہت کم، اس کے علاوہ اگر پرمٹ ہمیں ملے بھی تو بازار سے کاغذ نہیں ملتا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جن ذرائع اور طریقوں سے دوسرے لوگ بلاتردد فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو دراصل اس سرتاپا بگڑی ہوئی سوسائٹی میں کام لینے کے طریقے قرار پا گئے ہیں، ہمارے لیے وہ سارے کے سارے تقریباً بند ہیں۔ ان مشکلات کے باوجود ہمارے صرف مرکزی مکتبہ سے گزشتہ جون سے مارچ ۴۶ء کے آخر تک ۵۵،۰۰۰ کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں دنیا کے مختلف حصوں میں گئیں، اور ان کی مجموعی قیمت اُنتالیس ۳۹ ہزار روپے ہے، اس کے علاوہ حیدر آباد دکن، دہلی، لدھیانہ، امرتسر اور لاہور کی مقامی جماعتوں نے بھی کچھ لٹریچر شائع کیا۔

اب حیدر آباد میں کاغذ کے لیے کچھ مزید آسانیاں بہم پہنچنے کی توقع ہے۔ اور خیال ہے کہ اشاعت کے کام کا ایک بڑا حصہ وہاں منتقل کر دیا جائے، ورنہ اس سے پہلے وہاں یہ کام تقریباً بند کر دیا گیا تھا۔

اگر ہمارا پورا لٹریچر مکتبہ میں موجود رہے تو اپنے نکاس کی موجودہ رفتار کے

لحاظ سے کم سے کم دوگنا نکل سکتا ہے اور اس سے بیک وقت دو فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ ہماری آواز بھی لوگوں تک پہنچتی ہے اور بیت المال کی آمدنی میں اضافہ ہوکر ہمارے دوسرے کام جو صرف سرمائے کی وجہ سے رُکے پڑے ہیں، وہ بھی شروع ہو سکتے ہیں۔

جماعت اسلامی کے لٹریچر کی جو کتابیں اس وقت تک مرکزی مکتبے سے شائع ہوئی ہیں ان کی مجموعی تعداد ۶۰۰ر۴۷ر۱ ہے، اور ان میں سے اس وقت صرف ۳۸۰، کتابیں مکتبے میں موجود ہیں۔ لٹریچر کی ان چھبیس[۲۶] کتابوں میں سے پندرہ اس وقت یا تو زیرِ کتابت ہیں یا پریس میں جا چکی ہیں۔ اور بعض کی کتابت ہوئے بھی کئی مہینے ہو گئے ہیں، لیکن کاغذ نہ ہونے کی وجہ سے وہ شائع نہیں ہو سکیں۔

دوسری زبانوں میں جماعت کے لٹریچر کی اشاعت

مرکز میں صرف اُردو اور انگریزی مطبوعات کی اشاعت کا انتظام ہے، انگریزی لٹریچر اب تک برائے نام ہی رہا ہے۔ دعوتِ اسلامی کا سارا دارومدار اس وقت تک جماعت کے اُردو لٹریچر ہی پر ہے۔ اُردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس سال حسب ذیل کام ہوا:

(۱) عربی۔ گزشتہ سال عرب ممالک کے لیے عربی زبان میں لٹریچر تیار کرنے کے لیے "دارالعروبہ" کے قیام کا ذکر کیا گیا تھا۔ چونکہ اس شعبے کے انچارج مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، دمہ کے مریض ہیں اس لیے طبی مشورے کے مطابق "دارالعروبہ" کے لیے جالندھر شہر کا مقام تجویز ہوا۔ لیکن جنگی مشکلات کی وجہ سے وہاں مکان نہ مل سکا، اور دارالعروبہ جالندھر میں ایک دوست کے مکان پر

عارضی طور پر قائم کر دیا گیا۔ دو تین مہینے اس طرح گزر رہے، پھر جالندھر میں مکان حاصل ہونے میں جب مایوسی ہو گئی تو راہوں ضلع جالندھر میں اس ادارے کو منتقل کر دیا گیا لیکن وہاں کی آب و ہوا بھی مرطوب اور مولانا مسعود عالم صاحب کے لیے بہت مضر ثابت ہوئی۔ چنانچہ رمضان سے کچھ دن پہلے وہ رخصت پر بہار تشریف لے گئے۔ اس دوران میں مکان کی تلاش بدستور جاری رہی، لیکن بے سود۔ چنانچہ پھر پھلور ضلع جالندھر دارالعروبہ کے قیام کے لیے تجویز کیا گیا اور وہاں مولانا مسعود عالم صاحب نے رمضان کے بعد آکر کچھ دن قیام کیا۔ اسی اثناء میں جالندھر میں ایک مکان مل گیا اور پھر وہ جالندھر منتقل ہو گئے اور کچھ روز بعد مولانا جلیل احسن صاحب ندوی بھی دارالعروبہ میں مستقلاً تشریف لے آئے۔ اس طرح سال کا بیشتر حصہ مذکورہ پریشانی اور بدنظمی میں گزر گیا۔ اب ایک مشکل اور باقی ہے اور وہ ہے دارالعروبہ کے لیے ایک ایسے رفیقِ کار کی جو اس ادارے کے فرائض بھی انجام دے سکے۔ پریس کے کاموں سے بھی کچھ واقف ہو یا کم سے کم ان سے واقف ہوتے اور اس کام کو چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مولانا مسعود عالم صاحب اور مولانا جلیل احسن صاحب، دونوں مریض اور معذور ہیں، اور دارالعروبہ کے باہر کے اور انتظامی کاموں کے لیے بہرحال ایک مستعد اور مذکورہ صفات کے آدمی کی ضرورت ہے۔ جن صاحب کو اس کام کے لیے بلایا گیا تھا وہ بھی بیمار ہو کر واپس چلے گئے اور اب واپس نہیں آسکیں گے۔

ان ساری مشکلات کے باوجود اب تک "دینِ حق" "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" اور "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟" کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور "اسلام کا نظریۂ سیاسی" کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ ان کی اشاعت کا انتظام

بھی انشاء اللہ عنقریب ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ عربی رسالے کے لیے بھی جہاں تک ہماری تیاری کا تعلق ہے بالکل مکمل ہو چکی ہے۔ ڈیکلیریشن مل جائے تو یہ کام آج شروع ہو سکتا ہے۔ رسالے کا نام "الہدیٰ" تجویز کیا گیا ہے۔ ڈیکلیریشن کے معاملے کو ان دنوں ہم نے دانستہ ملتوی کر رکھا ہے کہ سنٹرل گورنمنٹ کی عائد کردہ پابندیوں کی وجہ سے ابھی اجازت ملنے کی توقع نہیں۔

(۲) ترکی: ترکی ترجمہ کی رفتار اس سال پہلے سے بہت تیز کر دی گئی اور اب ہمارے ترکی مترجم جناب اعظم ہاشمی، اپنا پورا وقت اسی کام کو دے رہے ہیں۔ ان دنوں وہ تنقیحات کا ترجمہ کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ترک مہاجرین میں اس نظریے کی تبلیغ واشاعت کا کام بھی ان کے ذمے ہے اور اس اجتماع سے پہلے انھوں نے ہندوستان کے ایک بڑے حصے کا دورہ اسی غرض سے کیا ہے۔

(۳) انگریزی: اس سے پہلے "رسالہ دینیات"، "اسلام کا نظریۂ سیاسی" اور "اسلامی حکومت" اور "کیا ہندوستان کی نجات نیشنلزم میں ہے؟" کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اب "نظریۂ سیاسی" اور "اسلامی حکومت" کا ترجمہ از سرِ نو کرایا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ "انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل"، "اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر"، "سلامتی کا راستہ"، اور "جہاد فی سبیل اللہ" کا ترجمہ بھی مکمل ہو چکا ہے اور ان دنوں امیرِ جماعت ان سب کو دیکھ رہے ہیں۔ اب ان سب کو پمفلٹوں کی شکل میں شائع کرنے کے بجائے ایک مجموعے کی شکل میں، خیال ہے، کہ شائع کیا جائے تاکہ اسلام ان مسائل کو جس طریق پر حل کرتا ہے، وہ سب بیک وقت پڑھنے والے کے سامنے آجائیں اور اس کے

ذہن میں اسلام کے تیار کردہ افراد اور سوسائٹی کا ایک جامع نقشہ آجائے۔

ترجمے کا یہ کام تو ہندوستان میں ہوا ہے اور اس وقت بھی ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ لندن سے دو حضرات نے ہمارے لٹریچر کو انگریزی میں منتقل کرکے وہاں شائع کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کی ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ وہاں سب سے پہلے "پردہ" کا انگریزی ترجمہ شائع کرنا زیادہ مناسب ہوگا چنانچہ انھیں، اس کتاب کے ایک باب کا ترجمہ نمونے کے طور پر بھیجنے کے لیے لکھا گیا ہے اور انہی دنوں ان کی اطلاع آئی ہے کہ وہ بہت جلدی نمونہ بھیج دیں گے۔

مانچسٹر سے بھی ایک صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ انگلستان میں ہمارے انگریزی لٹریچر کی طباعت کا انتظام کیا جانا چاہیے۔ ہم نے انھیں بھی وہاں اس کا انتظام کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ یہ صاحب حیدرآباد دکن کے ہیں اور ہمارے رکنِ جماعت ہیں۔

(۴) **سندھی**: حیدرآباد، سندھ میں ہمارا سندھی دارالاشاعت باقاعدہ قائم ہو چکا ہے اور اس کے مصارف کا سارا بوجھ بھی صوبہ سندھ کے ارکان اور ہمدردوں نے خود ہی اٹھایا ہے۔ "رسالہ دینیات" خطبات، اسلامی عبادات اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ "رسالہ دینیات" کا ترجمہ ساتھ ہی ساتھ ایک ہمدردِ جماعت کے رسالہ "عبرت" میں شائع ہو رہا ہے۔ "خطبات" کے پہلے دس خطبے اب تک تین پمفلٹوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور "مسلمان کا بنیادی عقیدہ اور کلمۂ طیبہ کے معنی" بھی یکجا ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جا چکا ہے اور یہ اس قدر مقبول ہوا ہے کہ اب اس کے بلاک بنوائے جا رہے ہیں۔ سندھی دارالاشاعت کا کام اب تک بہت آگے بڑھ گیا ہوتا، لیکن ایک تو الیکشن کی وجہ سے پریس بے حد مصروف رہے اور طباعت کا کام خاطر خواہ نہ

ہو سکا اور دوسرے جو رکن اس کام کے انچارج ہیں، وہ بیمار رہے۔ اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ موجودہ ملازمت سے بالکل الگ ہو کر اس کام کو سنبھالیں۔

سندھی زبان میں ایک ماہوار رسالے کے اجراء کی بھی کوشش جاری ہے رسالے کے لیے اسٹاف ہمارے پاس موجود ہے، صرف ڈیکلیریشن اور کاغذ کے کوٹے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے بھی سندھ کے ارکان دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ درخواست دی جا چکی ہے اور امید ہے کہ انشاءاللہ وہ حضرات اس کوشش میں کامیاب بھی ہو جائیں گے۔

(۵) گجراتی : بمبئی کی جماعت کے زیر اہتمام ہمارا گجراتی دارالاشاعت باقاعدہ قائم ہو چکا ہے لیکن کچھ تو بمبئی کے فسادات اور الیکشن کے ہنگاموں کی وجہ سے اور کچھ ارکان کی اپنی سستی کی وجہ سے بھی، یہ کام جس تیزی سے آگے بڑھنا چاہیئے تھا اور بڑھ سکتا تھا اس تیزی سے آگے نہیں بڑھا۔ اس وقت تک خطبات میں سے پہلے تو خطبے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ حالات کے لحاظ سے معیار طباعت وغیرہ بہت اچھا ہے۔ "سلامتی کا راستہ" "خطبۂ تقسیم اسناد"، "نیا نظام تعلیم"، "ایک اہم استفتاء"، "رسالہ دینیات" اور "معاشی مسئلہ" کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ "نیا نظام تعلیم" اور "اہم استفتار" کے علاوہ سب کے سب "مسلم گجرات" میں شائع ہو چکے ہیں۔

رسالہ دینیات "مسلم گجرات" کے علاوہ "گجرات گزٹ" میں بھی شائع ہو چکا ہے اور اس کے ایڈیٹر صاحب نے اطلاع دی تھی کہ اس کے علاوہ وہ کچھ دوسرے مضامین بھی اپنے رسالے میں شائع کر چکے ہیں۔

(۶) ملیالم : ہمارا ملیالم زبان کا دارالاشاعت اسلامک پبلشنگ ہاؤس

کے نام سے ارم بیلیم براستہ ٹریور، جنوبی مالابار میں قائم ہو چکا ہے اور اس کے زیرِ اہتمام اس وقت تک "رسالہ دینیات" اور "سلامتی کا راستہ" باقاعدہ کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور "خطبات" کا ترجمہ انشاء اللہ اس اجتماع کے بعد جلد ہی شائع ہو جائے گا۔ حاجی محمد علی صاحب جو اس کام کے انچارج ہیں اور پورے مالابار میں ابھی تک ایک ہی رکن جماعت ہیں، بہت محنت اور جانفشانی سے اس کام کو کر رہے ہیں۔ ملیالم زبان میں ابھی مذکورہ دو کتابوں کے علاوہ ہمارا کوئی لٹریچر نہ ہونے کی وجہ سے مالابار میں تحریک کی رفتار سست تو ضرور ہے لیکن ہمارے حاجی صاحب ماشاء اللہ بہت مستحکم بنیادوں پر کام کو قائم کر رہے ہیں۔

(۷) ٹامل: مولوی شیخ عبداللہ صاحب جن کو اس زبان کے سیکھنے پر مامور کیا گیا تھا انھوں نے اس کام کو کافی تن دہی سے انجام دیا۔ کچھ مہینے وہ ٹامل کے علاقے کے مرکز میں بھی جا کر رہے۔ کوئمٹبور کو اس علاقے میں وہی پوزیشن حاصل ہے جو اُردو کے لیے لکھنؤ اور دہلی کو۔ شیخ صاحب نے اس زبان پر ایک حد تک عبور حاصل کر لیا ہے اور کچھ ترجمے کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ "مسلمان کا بنیادی عقیدہ" زیرِ طبع ہے لیکن ابھی باقاعدہ ٹامل دارالاشاعت کا انتظام نہیں ہوا۔

ہمیں افسوس ہے کہ صوبۂ مدراس کے دوسرے ارکان اور شیخ عبداللہ صاحب کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں اور یہ کام جس خوش اسلوبی اور باہمی اعتماد کی اسپرٹ میں ہونا چاہیے تھا نہ ہو سکا، لیکن یہ غلط فہمیاں کسی نفسانیت یا خود غرضی کی بنا پر نہیں، بلکہ خالصتہً جماعت اور دینِ حق سے گہری وابستگی کا ہی نتیجہ تھیں کہ ارکان ایک دوسرے کی مشکلات کو نظرانداز

کر کے باہم توقعات قائم کرتے رہے۔ چوں کہ ہمارے ارکان اس ماحول میں گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور ابھی ہم میں بہت سی کمزوریاں بھی باقی ہیں، اس لیے آپس میں ایک دوسرے کی مشکلات کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ جس شخص پر اعتماد کر کے کچھ کام سپرد کیا گیا ہو، اسے کچھ اپنی سمجھ بوجھ اور عقل اور دانست سے بھی کام کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اس کی ہر حرکت ہر دوسرے شخص کے منشا کے عین مطابق نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص کا بھی یہ فرض ہے کہ حتی الامکان خواہ مخواہ کوئی شکایت نہ پیدا ہونے دے۔ پوری خداترسی اور مستعدی سے اس کام کو نبھائے اور اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے خلاف کوئی شکایت پیدا ہو رہی ہے یا پیدا ہونے کا امکان ہے تو فوراً اس کے ازالہ کی کوشش کرے اور اس راہ کو بھی بند کر دے جس سے اس کے پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اسوۂ رسولؐ ہمارے سامنے ہے۔ ہر معاملے میں وہیں کے نمونے پر ہمیں چلنا ہے۔ آپ حضرات کو معلوم ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ رات کو کہیں جا رہے تھے، سامنے سے کچھ لوگ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضورؐ ٹھہر گئے اور ان کو پکار کر فرمایا۔ "میں محمد ہوں اور یہ میری بیوی فلاں ہے۔" انھوں نے عرض کیا۔ حضورؐ آپ کو اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مبادا شیطان آپ لوگوں کو کسی فتنے میں مبتلا کر دے۔ ایسے معاملات میں اسی اسوہ پر ہمیں عمل کرنا ہے اور فتنے کا ہر چھوٹا بڑا دروازہ بالکل بند کرتے چلے جانا ہے۔

مولوی شیخ عبداللہ صاحب کے علاوہ ایک اور رکنِ جماعت بھی ٹامل کی مشق کر رہے ہیں اور ایک ہمدردِ جماعت جوان دنوں ندوہ میں زیرِ تعلیم ہیں، ٹامل کے اچھے ادیب ہیں اور کچھ پمفلٹوں کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ خیال ہے کہ

اگر ممکن ہو تو ان سب کو شامل دارالاشاعت میں جمع کر دیا جائے۔

(۸) کنڑی: کنڑی کرناٹک کے علاقے کی علمی زبان ہے۔ اس علاقے میں ابھی تک ایک بھی رکن جماعت نہیں، لیکن شہر منگلور میں ہمدردوں کا حلقہ ہے جو ارکان ہی کی سی مستعدی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ انھوں نے کنڑی زبان کے دارالاشاعت کے قیام کی اجازت چاہی ہے اور انھوں نے لکھا ہے کہ یہ سارا کام جماعت اسلامی ہی کا ہوگا۔ اور اسی کی ہدایت و نگرانی میں وہ سارا کام کریں گے اور وہاں مقامی جماعت قائم ہو جانے پر یہ سارا کام اس کے حوالے کر دیں گے۔ ان حضرات نے امیر جماعت کی ریڈیو پر کی ہوئی تقریروں کے علاوہ "سلامتی کا راستہ"، "دین حق"، "نبوت محمدیؐ کا عقلی ثبوت" اور "اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر" وغیرہ پمفلٹوں کا ترجمہ بھی کر لیا ہے اور وہ اس لٹریچر کو (HUMANITY LITERATURE SERIES) یعنی "سلسلۂ ادب انسانیت" کے نام سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو کنڑی دارالاشاعت کے قیام کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(۹) بنگلہ: بنگلہ دارالاشاعت کا قیام صوبۂ بہار کے ارکان اور ہمدردوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس دارالاشاعت کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔ قیم صوبہ بہار اس کام کے لیے مستقلاً دربھنگہ سے پٹنہ آگئے ہیں اور گولارڈ بانکی پور پٹنہ میں مکان لے لیا گیا ہے۔ ارکان اور ہمدردوں نے اس مد میں کچھ روپیہ بھی جمع کیا ہے۔

اس وقت تک "خطبات"، "سلامتی کا راستہ" اور "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟" کے ترجمے مکمل ہو چکے ہیں اور رسالہ دینیات کا ترجمہ بھی انشاءاللہ عنقریب مکمل ہو جائے گا۔ اور ترجمے کا کام ہمدرد حضرات کر رہے

ہیں۔ چوں کہ اپنی ملازمت اور معاشی دوڑ دھوپ سے انھیں اس کام کے لیے وقت بہت کم بچتا ہے اس لیے ترجمے کی رفتار ذرا سست ہے۔ جن کتابوں کا ترجمہ ہو چکا ہے، وہ اب تک طبع ہو جاتیں لیکن الیکشن کی مصروفیتوں کی وجہ سے کوئی پریس ابھی ہمارے کام کے لیے وقت نہیں نکال سکا۔ اب اجتماع کے بعد انشاء اللہ یہ شائع ہو جائیں گی۔

(۱۰) **پشتو**: پشتو زبان میں ترجمے اور اشاعت کا کام سرحد کے ارکان نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اس سے پہلے خیال تھا کہ سرحد میں اُردو زبان ہی سے کام لیا جائے کیوں کہ یہی وہاں کی تعلیمی زبان ہے اور سب پڑھے لکھے لوگ اسے جانتے اور پڑھتے ہیں لیکن اب وہاں پشتو کے لیے بڑھتی ہوئی عصبیت کی وجہ سے پشتو میں لٹریچر منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس زبان میں اب تک صرف ایک خطبہ اور بنیادی عقیدہ" شائع ہوا ہے۔ "رسالہ دینیات" کا ترجمہ اب ایک ہمدرد نے شروع کیا ہے۔

(۱۱) **ھندی**: ہندی زبان میں لٹریچر کے ترجمے کا کام گزشتہ سال الٰہ آباد کی جماعت نے اپنے ذمہ لیا تھا، لیکن وہ اس کا انتظام نہیں کر سکے۔ کوئی ایسا شخص ہمیں نہیں مل سکا جو اُردو، ہندی دونوں پر عبور بھی رکھتا ہو اور ہمارے نظریے سے متفق بھی ہو۔ اس لیے ابھی تک یہ کام بالکل بند ہے۔

پس اب تک اردو کے علاوہ صرف دس دوسری زبانوں میں ہمارے کام کی ابتدا ہو سکی ہے۔ ضرورت ہے کہ ارکان بقیہ زبانوں میں کام کی ابتدا کے لیے ذرائع و وسائل فراہم کرنے کی کوشش کریں اور جو کام شروع ہو چکے ہیں ان کو محکم تر اور وسیع تر کرنے کی فکر کریں۔

صوبہ وار قیّموں کا تقرر

صوبۂ بہار: گزشتہ سالانہ اجتماع سے پہلے سید محمد حسنین صاحب جامعی کو صوبۂ بہار کے لیے قیّم مقرر کیا جا چکا تھا اور وہ اس کام کو محنت اور جانفشانی سے انجام دیتے رہے ہیں۔ اس سال وہ اپنے صوبے کے تقریباً سب بڑے بڑے مقامات کا دورہ کر کے پڑھے لکھے طبقے تک اپنے خیالات پہنچا چکے ہیں اور اگرچہ سال بھر میں ارکان کی تعداد میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوا لیکن ہمدردوں کا طبقہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور سنجیدہ لوگوں کی کافی تعداد جماعت کے قریب آگئی ہے جن کا بیشتر حصہ اس اجتماع میں بھی شریک ہے۔ حسنین صاحب اب بنگلہ دارالاشاعت کے سلسلے میں اور جماعت کے کام کو CENTAALISERALI کرنے کی غرض سے دربھنگہ سے مستقلاً پٹنہ میں منتقل ہو گئے ہیں اور بنگلہ دارالاشاعت اور تنظیم جماعت دونوں کام کر رہے ہیں۔ صوبہ میں جو کام ہوا ہے اس کی تفصیلی رپورٹ وہ خود پیش کریں گے۔

صوبۂ سرحد: صوبۂ سرحد میں گزشتہ اجتماع سے پہلے صرف دو ارکان موجود تھے۔ اس اجتماع پر پانچ آدمی اور شریکِ جماعت ہوئے اور ان میں سے خان سردار علی خاں صاحب، موضع سیرے، ڈاک خانہ تخت بھائی ضلع مردان، کو وہاں کی مقامی جماعت کا امیر اور صوبۂ سرحد کے لیے قیّم جماعت مقرر کیا گیا۔ دوسرے صوبوں کی بہ نسبت صوبۂ سرحد میں ہمارے کام کی راہ میں بہت زیادہ مشکلات ہیں۔ تقریباً پورا صوبہ وطنیت کا پرستار ہے، اسے عین تقاضائے اسلام سمجھنے والا اور ملّا زدہ ہے۔ جن

کے اثر کا نتیجہ یہ ہے کہ پورے اسلام کو نگل جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جن بدعات کو انھوں نے خود اسلام سمجھ رکھا ہے، اس کے خلاف کوئی چیز وہ سننے کے لیے تیار نہیں اور قدم قدم پر کوئی فتنہ کھڑا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے وہاں کام کرنے کے لیے بہت حکمت و دانائی کی ضرورت ہے اسی لیے کام کی رفتار سست ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمیں صحیح قسم کے کارکن مل گئے ہیں۔ اب ایک دو علمِ دین رکھنے والے حضرات ان کے ساتھ آجائیں تو یہ کام انشاء اللہ کافی تیزی سے پھیل جائے گا اور آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ اس طبقے کے بھی کچھ لوگ اب اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور ہمارے قیم صوبہ کافی دانائی سے کام لے رہے ہیں۔

صوبہ یو۔پی: یو۔پی کے لیے قیم جماعت کے تقرر کا مسئلہ گزشتہ اجتماع کے موقع پر پیش ہوا تھا اور یہ فیصلہ بھی ہوگیا تھا کہ اس صوبہ کے لیے بھی ایک صوبائی قیم جماعت مقرر کیا جائے۔ اس کے لیے یو۔پی کے ارکان اور جماعتوں نے مولوی ضیاء النبی صاحب، مدرسہ اشرف العلوم، قلی بازار کان پور کو منتخب کیا تھا لیکن بعد میں چند وجوہ کی بنا پر یہ تقرر ملتوی کر دیا گیا۔ مولوی ضیاء النبی صاحب نے بھی کچھ ایسے وجوہ تحریر کر کے امیرِ جماعت کو بھیجے، جن کی بنا پر ان کی یہ رائے قرار پائی کہ کسی موزوں آدمی کے ملنے تک اس معاملے کو ملتوی رکھا جائے۔

جنوبی ھند: جنوبی ہند کی جماعتوں اور ارکان نے اپنے علاقے کے لیے مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری کو قیم حلقہ منتخب کیا اور ان کی تجویز کے مطابق مولانا موصوف کو کچھ عرصہ مرکز میں رہ کر تنظیم جماعت کا کام کرنے کے لیے بلایا گیا۔ وہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مرکز میں تشریف لائے اور

اب تک وہیں رہے ہیں اور شعبۂ تنظیم میں کام کرتے رہے ہیں۔ اب جنوبی ہند لوٹنے سے پہلے ان کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ شمالی ہند کے عربی مدارس اور دوسرے دینی اداروں میں جائیں اور ان کے اساتذہ، کارکنوں اور علماء کو ٹٹولیں اور کھٹکھٹائیں اور ان کو بتائیں کہ ہم یہ کام لے کر اٹھے ہیں، اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں اور اگر صحیح اور عینِ حق ہے تو اس کا ساتھ دیں یا کم سے کم اس سے ہمدردی کریں۔ اور اس کے لیے کلمۂ خیر کہیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر مولانا صبغتہ اللہ صاحب جنوبی ہند میں جاکر قیمّ جماعت کے فرائض کو سنبھالیں گے۔ اس دورے کے لیے غالباً ایک اور عالمِ دین کو بھی ان کے ساتھ بھیجا جائے گا۔

ہماری درس گاہ اور تربیت گاہ

درس گاہ کے قیام کے راستے میں جن مشکلات کا ذکر میں نے گزشتہ سال کیا تھا، ان میں سے کوئی ایک بھی دور نہیں ہوئی۔ نہ کوئی تعمیر سے واقف آدمی ملا ہے جو اس کام کو ہاتھ میں لے کر تعمیری اسکیم کو آگے چلا سکے، نہ تعمیری سامان اور مسالے کی فراہمی میں کوئی سہولت پیدا ہوئی ہے اور نہ ہمارے پاس سرمایہ ہی اس قدر آیا ہے کہ ہم ان سب مشکلات کو روپے کے زور سے حل کرلیں مسلسل آٹھ نو ماہ کی دوڑ دھوپ اور کثیر مصارف سے ہم صرف دو کوارٹر مکمل کر سکے ہیں اور وہ بھی وہ جن کی ہمارے موجودہ عملے کے لیے ناگزیر ضرورت تھی۔ اس لیے درس گاہ کے بارے میں تو اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کب تک فی الواقع شروع کی جا سکے گی۔ یہ ارکان اور ہمدردوں کی اپنی

ہمت و ایثار، حالات کی سازگاری اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر منحصر ہے ممکن ہے کہ آئندہ سال ہی یہ سب کچھ ہو جائے یا کئی سال اسی طرح گزر جائیں۔

ہاں البتہ تربیت گاہ کے انتظامات تقریباً مکمل ہو چکے ہیں۔ صرف دو کمروں کی چھت اور فرش باقی ہیں اور یہ بھی انشاء اللہ بہت جلد ہو جائے گا کیونکہ اس کے لیے لکڑی اور پھونس سب ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن تربیت گاہ کی باقاعدہ ابتدا امیر جماعت کی صحت یابی کے بعد ہی ممکن ہو گی۔ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ انھیں خیر و عافیت سے اس مرحلے سے گزارے۔

تربیت کے لیے ارکان جماعت میں سے پندرہ پندرہ، بیس بیس آدمیوں کے گروپ ایک معیّن مدت کے لیے جو سر دست شاید ایک ماہ سے زیادہ نہیں ہو گی، مرکز بلائے جائیں گے اور کوشش کی جائے گی کہ جماعت کے نصب العین اور طریق کار کے متعلق، اگر کچھ کمزوریاں ان میں موجود ہوں تو ان کو دور کیا جائے، اپنے خیالات کو سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں پھیلانے اور ان کو ان سے متاثر کرنے کے طریقے ان کو سمجھائے جائیں، لٹریچر کے خاص خاص اور اہم حصوں کا ایک ترتیب کے ساتھ انھیں مطالعہ کرا دیا جائے۔ منظم اور منضبط زندگی بسر کرنے کا کچھ تجربہ کرا دیا جائے۔ مرکز کے لوگوں سے زیادہ قریب ہونے اور باہم راہ و رسم کے مواقع فراہم کیے جائیں اور مختلف ارکان کی قابلیت اور صلاحیتوں کا ٹھیک اندازہ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ جماعت کی آئندہ کی اسکیموں کے لیے کارکن چنے جا سکیں۔

اس کام کے لیے انشاء اللہ کسی مزید اسٹاف کی ضرورت نہیں ہو گی مرکز میں جو لوگ پہلے سے موجود ہیں انھیں سے یہ کام چلایا جا سکے گا۔ اس سے مرکزی اسٹاف پر کام کا بار ضرور پڑے گا، لیکن باہر سے آنے والے احباب ہی کی

مد سے اسے دوسرے طریقوں سے ہلکا کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ مختلف کاموں میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اس سے دوہرا فائدہ ہوگا کہ تربیت گاہ کا کام موجودہ اسٹاف میں اضافے کے بغیر چل سکے گا اور ارکانِ جماعت کو مرکز کے کاموں سے واقف ہونے کا موقع ملے گا۔

مرکزی بیت المال اور اس کے حسابات

مرکزی بیت المال کے حسابات پیش کرنے سے پہلے مقامی بیت المالوں میں مختلف قسم کی جو آمدنیاں ہوتی ہیں، ان کے مصارف کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری ہے۔

بیت المال میں عام طور پر تین قسم کی رقمیں آتی ہیں۔ عُشر، زکوٰۃ تیسری وہ رقمیں جو ارکان اور ہمدرد حضرات دعوتِ اسلامی کی اعانت کے لیے فی سبیل اللہ دیتے ہیں۔ ان میں عُشر اور زکوٰۃ کی رقم الگ رکھنی چاہیے۔ اور اعانت کی رقم الگ۔ اعانت کی رقوم جماعت کے سلسلے کے سارے کاموں میں حسبِ ضرورت استعمال کی جا سکتی ہیں لیکن عُشر اور زکوٰۃ کی رقم صرف انہی مصارف میں صرف کی جا سکتی ہے جو اس کے لیے قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ جماعت کے ایسے کارکن جو اپنا سارا وقت دعوتِ اسلامی کے کام میں صرف کرتے ہوں، ان کے مصارف کی کفالت زکوٰۃ کی مد سے کی جا سکتی ہے۔ جو کارکن جماعت کی دعوت کے کام میں سفر کریں اور اپنے سفر کے مصارف خود نہ ادا کر سکتے ہوں، ان کی مدد بھی زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے، جو غریب آدمی ہمارا لٹریچر پڑھنا چاہتے ہوں اور خود نہ خرید سکتے ہوں، ان کو زکوٰۃ کی مد سے لٹریچر خرید کر دیا جا سکتا ہے، لیکن لائبریریوں کے لیے نہیں، کیونکہ وہاں

سے مستحقین اور غیر مستحقین سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ اور عُشر کی رقمیں مسافروں کی ضیافت یتیموں کی پرورش، بیواؤں کی امداد، معذوروں اور بے روزگاروں اور قرض داروں کی اعانت وغیرہ پر صرف کی جا سکتی ہیں۔ الغرض مقامی امیر یا منتظم بیت المال غربا، اور دوسرے مستحقین زکوٰۃ کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو مدد پہنچانے اور ان کے UPLIFT کے لیے تمام مناسب صورتیں اپنے حسبِ صوابدید اختیار کر سکتا ہے۔

جماعت کے مرکزی بیت المال کی سال گزشتہ کی آمد و صرف کا حساب درجِ ذیل ہے۔

*

تفصیل آمدنی بیت المال جماعت اسلامی
از ۱۷ر اپریل ۴۵ء تا ۳۱ر مارچ ۱۹۴۶ء

نمبر	مد	روپیہ - آنہ - پائی
(۱)	مکتبہ (فروختِ کتب)	۳۸۲۹۸ - ۹ - ۰
(۲)	زکوٰۃ	۱۴۹۴۹ - ۱۵ - ۰
(۳)	اعانت : عام	۱۹۲۶۵ - ۱۲ - ۰
(۴)	" بمدِ شعبۂ تعلیم	۳۱۰ — ۰ - ۰
(۵)	" بمدِ تعمیرات	۵۲۰۵ — ...
(۶)	" بمدِ بنگالی ترجمہ	۱۶۰ — ...
(۷)	" بمدِ مصارف قیم یو، پی	۳۷ — ...
		۲۴۹۷۷ - ۱۲
(۸)	امانت	۱۶۴ - ۶ - ۰
(۹)	قرض (وصولی)	۳۴۲۱ - ۳ - ۹
(۱۰)	دستِ گرداں (وصولی)	۱۶۹۲۰ - ۱۰ - ۷
(۱۱)	فروخت غلہ	۲۲ - ۱۴ - ۰
(۱۲)	لقطہ	۵ - ۲ - ۶
(۱۳)	متفرق	۱۴۹ - ۵ - ۴
	میزان	۹۸۹۰۹ - ۱۴ - ۲

میزان سابقہ	۹۸۹۰۹-۱۴-۲
بقایا سابقہ { بمدِ زکوٰۃ ۳۵۴۴-۵-۵ ؛ دیگر مدات ۱۳۳۷-۶-۷ }	۴۸۸۱-۱۲-۰۰
میزان کل	۱۰۳۷۹۱-۱۰-۲

تفصیل خرچ بیت المال جماعتِ اسلامی از ۱۷/ اپریل ۴۵ء تا ۳۱/ مارچ ۴۶ء

(۱)	مکتبہ (کتابت) طباعت وغیرہ کل مصارف	۲۶۰۲۴-۱۱-۳
(۲)	اعانت (از مدِ زکوٰۃ)	۸۸۷-۱-۶
(۳)	؍؍ (از مدِ اعانت)	۷۹-۱۱-۰
(۴)	شعبۂ تعلیم	۳۱-۱۲-۰
(۵)	تعمیرات	۱۲۵۱۶-۱۰-۳
(۶)	معاوضہ	۶۱۸۷-۹-۶
(۷)	مصارفِ مہمان خانہ	۵۱۰-۲-۶
(۸)	مصارف اجتماع سالانہ (منعقدہ دارالاسلام اپریل ۴۵ء)	۲۳۷۶-۰-۳
(۹)	دارالعروبہ	۲۱۸۰-۰-۰
(۱۰)	دارالاشاعت، ملیالم	۱۰۵۵-۵-۰
(۱۱)	خرید غلّہ	۲۶۳-۱۰-۰
(۱۲)	اسٹیشنری	۱۸۴-۱۵-۶
(۱۳)	سفر خرچ	۴۶۸-۸-۰

(۱۴) فرنیچر	۹-۱۲-۰
(۱۵) کتب خانہ	۱۱۰-۸-۰
(۱۶) دواخانہ	۲۰-۷-۶
(۱۷) ترکی ترجمہ	۴۱۴-۰-۰
(۱۸) مصارف قیم بہار	۵۸۷-۴-۰
(۱۹) ڈاک خرچ	۳۳۴-۱۱-۹
(۲۰) امانت (ادائیگی)	۲۵-۰-۰
(۲۱) قرض	۵۹۰۰-۲-۶
(۲۲) دست گراں [1]	۲۰۶۹۸-۱۰-۷

[1] دست گرداں رقمیں وہ ہیں جو کارکنوں کو جماعت کی ضروریات کے لیے وقتاً فوقتاً علی الحساب دی جاتی رہیں اور بعد میں حساب لے کر ان کی واپسی کا اندراج کر دیا گیا لہٰذا آمدنی و خرچ میں دست گرداں کے نام سے جو رقوم درج ہیں ان کی نوعیت محض حسابی ہے۔ سالِ گزشتہ کی واقعی آمدنی ۸۱،۹۸۹ روپے ۳ آنے، پائی ہے اور واقعی خرچ ۶۰۲۸۳ روپے، نیز اصل بقایا ۲۸،۵۸۷ روپے ۱۵ آنے، پائی ہے۔ جس میں سے ۵،۷۷۸ روپے ابھی کارکنوں کی تحویل میں علی الحساب ہیں اور ۲۲،۸۰۹ روپے ۱۵ آنے، پائی نقد موجود ہیں۔

(۲۳) متفرق	۱۱۵-۱-۶
میزان کل	۸۰۹۸۱-۱۰-۷

میزان کل آمدنی از ۱۷ر اپریل ۴۵ئہ تا ۳۱ر مارچ ۴۶ئہ ۲ - ۱۰ - ۱۰۳۷۹۱

" " صرف " " " " " " " ۷ - ۱۰ - ۸۰۹۸۱

بقایا جو موجود ہے : ۷ - ۱۵ - ۲۲۸۰۹

ہماری مشکلات

ارکان جماعت کی کمزوریوں میں ایک حد تک کمی ہو جانے کے علاوہ ہماری باقی مشکلات تقریبًا علیٰ حالہٖ قائم ہیں۔ نہ ضرورت کے مطابق ابھی تک کارکن فراہم ہو سکے ہیں۔ نہ جنگ کی پیدا کردہ مشکلات ہی میں کوئی کمی ہوئی ہے اور نہ ہمارے ذرائع و وسائل میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ اس گرانی کے باوجود ہم اپنی اسکیم کے مطابق کام کو آگے بڑھالے جائیں اس کے برعکس امیرِ جماعت کی خرابیٔ صحت اور مسلسل بیماری اور تکلیف نے بیشتر کاموں کو بالکل روکے رکھا اور باقی کاموں کو اس رفتار سے آگے نہ بڑھنے دیا جس سے وہ موجودہ وسائل کے ساتھ بھی آگے بڑھائے جا سکتے تھے۔ امیر جماعت کے بائیں گردے میں پتھری ہے۔ علاج کے سلسلے میں سال کا کافی حصّہ انھیں لاہور اور دہلی میں گزارنا پڑا۔ پھر بار بار طبّی مشورے کے لیے باہر جاتے رہے، چار ماہ مسلسل کام بند رکھا اور اس کے بعد بھی بیماری نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ اب فیصلہ کیا ہے کہ اس اجتماع کے بعد گردے کا آپریشن کرا دیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں تا دیر اپنے دین کی خدمت اور ہماری رہنمائی کے

لیے زندہ سلامت رکھے۔

امیر جماعت کے بعد مولانا امین احسن صاحب بھی تقریباً سارا سال نیم بیمار رہے ان کو بار بار دوران سر کے دورے پڑتے رہے اور اب تک تقریباً وہی حال ہے اور وہ جم کر کوئی کام نہیں کر سکے۔

مرکز میں کام کی زیادتی کو دیکھ کر اور آئندہ درس گاہ اور دوسرے نئے کاموں کی ابتدا کے لیے دہلی کی جماعت سے تین رفقاء مستقل طور پر دارالاسلام منتقل ہوئے لیکن ان میں سے ایک گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکے، اور غازی عبد الجبار صاحب، بجائے اس کے کہ وہ درس گاہ کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھاتے، امیر جماعت کی بیماری کی وجہ سے انتظامی کاموں اور بیت المال کے حساب کتاب اور کاغذ اور پریس کی بھاگ دوڑ سے ہی فرصت نہ پا سکے۔

تعمیرات کے کام کے لیے جن صاحب کو خاص طور پر SPARE کیا گیا تھا وہ اپنے خاندان میں یکے بعد دیگرے اور گھر کی دوسری مشکلات کی وجہ سے تقریباً متواتر غیر حاضر رہے اور یہ کام بھی غازی صاحب ہی کے ذمہ کرنا پڑا۔

تعمیرات کے سلسلے میں صرف دو کواٹروں کا کام تجربتہً شروع کیا گیا تھا۔ لیکن یہ کام کرنے سے معلوم ہوا کہ جب تک ہمارے پاس اس کام کو اچھی طرح جاننے والا آدمی نہ ہو اور ہم اپنے بھٹے کا انتظام نہ کر لیں اس کام کو کرنا ہمارے لیے قطعاً ناممکن ہے۔ گزشتہ سال بھر میں بمشکل، اور ایک کثیر رقم صرف کرنے کے بعد ہم صرف دو کواٹر، تربیت گاہ کے لیے کچن، کھانے کا کمرہ اور دارالمطالعہ بنانے کا انتظام کر سکے ہیں اور اس سلسلے کے کچھ کوارٹر زیر تجویز ہیں، جن کے لیے کچی اینٹیں بنوائی گئی ہیں اور چھت پھوس کی ڈالی جائے گی۔

⁂

منفرد ارکان کی مشکلات

ارکان کی مشکلات میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوئی اور نہ ان میں کسی کمی کی اس وقت تک کوئی توقع کرنی چاہیئے جب تک کہ اپنے ماحول اور سوسائٹی کو بدل کر ہم اپنے ڈھب پر نہیں لے آتے۔ دریا میں رہتے ہوئے اس کی رو کے خلاف چلنے سے مزاحمت کا پیش آنا ایک فطری چیز ہے۔ جب آپ پوری سوسائٹی کے رجحانات طور طریقوں اور چلن کے خلاف چلیں گے تو ہر ہر قدم پر ٹکر ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ غلط اصولوں پر قائم نظام زندگی میں ہمیں اگر مشکلات پیش نہ آئیں تو تعجب کرنا چاہیئے نہ کہ ان کے پیش آنے پر۔ البتہ ارکان کو یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ مشکلات اور مزاحمتوں کو خواہ مخواہ دعوت کبھی نہ دیں، بلکہ اپنی طرف سے حتیٰ الامکان بچ کر چلنے کی کوشش کریں۔ مومن ایک دانا اور حکیم انجینئر کی طرح دین کی سڑک کو رضائے الٰہی کی منزل تک لے جاتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ماہر فن انجینئر پہاڑوں اور دریاؤں اور نالوں سے خواہ مخواہ لڑ کر اپنی قوت اور سرمایہ ضائع کرنے کے بجائے اپنی سڑک کو پہاڑوں کے دامن کے ساتھ ساتھ، وادیوں کے کناروں پر چھوٹے پایاب نالوں میں G A P بنا کر اور دریاؤں پر پل باندھ کر آگے گزر جاتا ہے اور صرف ان پہاڑوں کو توڑنے اور ان ندی نالوں کو پاٹنے پر قوت و سرمایہ صرف کرتا ہے جہاں ایسا کیے بغیر آگے بڑھنے کی شکل نہ ہو یا اس کی سڑک کے لیے آئندہ نقصان کا موجب ہو سکتے ہوں۔ صراط مستقیم کے معماروں اور انجینئروں کو بھی اسی حکمت و دانائی سے کام کرنا ہے اور اپنے فن کا زور دکھانے

کے لیے رکاوٹوں کو پیدا نہیں کرنا اور نہ مشکلات کو دعوت دینا ہے بلکہ جو فی الواقع موجود ہیں ان سے بھی حتی الامکان ٹکرائے بغیر آگے نکل جانا ہے۔ ہاں جہاں کوئی بالکل ہمارا راستہ روکنے پر ہی تل جائے اور ہمیں اور دوسرے بندگانِ خدا کو حق پر چلنے ہی نہ دینا چاہتا ہو تو تصادم ناگزیر ہے لیکن اس کا فیصلہ جماعت کا کام ہے نہ کہ کسی ایک رکن یا مجموعۂ ارکان کا۔

اس سال ہمارے مختلف ارکان کو قوم و برادری کے غیر شرعی اور بے بنیاد طور طریقوں کو ترک کر دینے پر بعض جگہ قتل کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ بعض جگہ شہر بدر اور برادری سے اخراج کے ڈراوے دیئے گئے، بعض جگہ رشتے ناطے اور عمر بھر کے تعلقات منقطع کر لیے گئے، اور بعض کی بیویوں نے ساتھ چھوڑ دیا لیکن... الحمد للہ کہ کسی ایک رکن کے بھی پائے ثبات میں ذرا فرق نہ آیا بلکہ یہ سب کچھ ان کے ایمان و عقیدہ کو زیادہ پختہ ہی کر دینے کا موجب ہوا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے ہماری کمزوریوں کو دور کرے اور اپنی رضا و خوشی کے لیے ہمیں جینے اور مرنے کی توفیق بخشے۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

قیّم جماعت کی رپورٹ کے بعد اس اجلاس کی کارروائی ختم ہوگئی۔

دوسرے اور تیسرے اجلاس میں مختلف حلقوں کی رپورٹیں پیش کی گئیں جن پر مولانا اصلاحی صاحب نے تبصرہ فرمایا۔ اس کے بعد تجاویز پیش کی گئیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

*

اہم تجاویز

۱۔ تربیت گاہ

آئندہ ماہ جولائی ۴۶ء کے آغاز سے تربیت گاہ کا کام عملاً شروع کر دیا جائے گا اور اس کی تفصیلی شکل یہ ہوگی۔

۱۔ فی الحال صرف پندرہ پندرہ آدمیوں کی جماعتیں بیک وقت بلائیں گے اور بالعموم ان کو ایک مہینے تک مرکز میں رکھیں گے۔ جن لوگوں کو اس سے زیادہ مدت رہنے میں کوئی زحمت نہ ہو اور ان کو زیادہ مدت ٹھہرانے کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہو ان کی مدتِ قیام تین مہینے تک وسیع ہو سکے گی اور جن لوگوں کے لیے ایک مہینہ ٹھہرنا بھی مشکل ہو ان کو کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنا ہوگا۔

۲۔ اس تربیت گاہ کے کورس سے ہر رکن جماعت کو جو مرکز میں نہیں ہے لازماً گزرنا پڑے گا۔ بجز ایسے لوگوں کے جن کو اس لزوم سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ مگر تربیت گاہ میں آنے کا وقت اور تاریخ اور زمانۂ قیام مقرر کرنے میں ارکان کی سہولت کا حتی الامکان خیال رکھا جائے گا۔

۳۔ جون سے پہلے پہلے تمام مقامی جماعتیں اپنے اپنے ارکان سے دریافت کر لیں کہ ان کے لیے کن تاریخوں میں مرکز جانے میں سہولت ہوگی اور اگر کسی شخص کی بتائی ہوئی تاریخ پر اس کو نہ بلایا جا سکے تو پھر اس کے لیے کون سی تاریخ موزوں ہوگی۔ یہ تمام فہرستیں، تاریخوں کی تصریح کے ساتھ، پندرہ جون

تک ناظمِ تربیت گاہ کے نام بھیج دی جائیں اور منفرد ارکان بھی اپنی سہولت کی تاریخوں سے ناظم تربیت گاہ کو مطلع کریں۔

۴۔ تربیت گاہ کے قیام کے مصارف، نیز سفر کے مصارف، ہر رکن کو یا تو خود برداشت کرنے ہوں گے یا اس مقامی جماعت کو اس کی مدد کرنی ہوگی جس سے اس کا تعلق ہو لیکن مخصوص حالات میں کسی شخص کو مستحق سمجھا جائے گا تو مرکزی بیت المال سے بھی کفالت کی جا سکتی ہے۔

۵۔ اگرچہ یہ کورس صرف ہمارے ارکان کے لیے ہے لیکن ایسے ہمدردوں کو بھی ہم اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے سکیں گے جو مقامِ رکنیت کے قریب پائے جائیں۔

۲۔ ارکان کی حلقہ بندی

ارکان جماعت کو ان کی مخصوص صلاحیتوں اور قابلیتوں کے لحاظ سے منظم کرنے اور ان کی صلاحیتوں کو اسلامی نصب العین کی خدمت میں لگانے کے لیے حسب ذیل حلقے بنائے گئے ہیں۔

نمبر شمار	حلقہ	نام پتہ ناظم حلقہ
۱۔	عربی ترجمہ اور عربی لٹریچر	مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، دار العروبہ، اڈا نکودر، جالندھر شہر۔
۲۔	قرآنی مضامین باغراضِ دعوت	مولانا عبد الغفار حسن صاحب، موتی بازار۔ مالیر کوٹلہ، پنجاب
۳۔	تنقیدی ادب	جناب ابو السلام نعیم صدیقی صاحب

دارالاسلام، پٹھان کوٹ۔ پنجاب

۴۔ عوامی لٹریچر لکھنے والے
مولانا نذیر الحق صاحب (میرٹھی)
جامع مسجد، ڈلہوزی

۵۔ حلقۂ اہل صحافت
جناب ملک نصر اللہ خاں صاحب عزیز
اڈیٹر اخبار کوثر، نزد تھانہ گوالمنڈی،
لاہور

۶۔ حلقۂ سیاسیات
جناب عبد البشیر صاحب آذری، پروفیسر
اسلامیہ کالج، لاہور

۷۔ حلقۂ معاشیات
جناب سید نقی علی صاحب، صدر مدرس
مدرسہ وسطانیہ، کورٹلہ۔ براہ ڈچپلی
این، ایس، آر (دکن)

۸۔ حلقۂ تاریخ
جناب خواجہ محمد صدیق صاحب اینگلو
عربک سیکنڈری ہائیر سکول، دریا گنج
دہلی۔

۹ حلقۂ فلسفہ
جناب ممتاز حسین صاحب اینگلو عربک
سیکنڈری ہائیر اسکول۔ دریا گنج، دہلی

۱۰۔ حلقۂ قانون
جناب عبد العظیم خاں صاحب منصف
سرونج (ٹونک)

۱۱۔ انگلش لٹریچر (انگریزی ادب کا حلقہ)
جناب پروفیسر محمد یعقوب صاحب
پروفیسر گورنمنٹ کالج۔ رہتک۔

۱۲۔ انگریزی ترجمہ
جناب اے، آر [illegible] صاحب۔ بی اے

	بملو۔ شملہ BEMLOE SIMLA
۱۳۔ ہندی ترجمہ	جناب حافظ ابو محمد امام الدین صاحب رام نگر۔ بنارس اسٹیٹ
۱۴۔ سندھی ترجمہ	جناب حافظ عبد الرزاق صاحب، سندھ مدرسۃ الاسلام۔ کراچی
۱۵۔ گجراتی ترجمہ	جناب اسمٰعیل عثمان اخلاص صاحب ۱۴۷ کابیکر اسٹریٹ، ۳، مالا، بمبئی ۳
۱۶۔ بنگلہ ترجمہ	جناب سید محمد حسنین صاحب (قیّم صوبہ بہار) دفتر جماعت اسلامی، گولا روڈ بانکی پور، پٹنہ
۱۷۔ ملیالم ترجمہ	جناب حاجی وی، پی محمد علی صاحب اسلامک پبلشنگ ہاؤس اربیلم براستہ ٹریور، ساؤتھ مالابار۔
۱۸۔ ٹامل ترجمہ	مولوی شیخ عبداللہ صاحب، ولتناکپّم براستہ میل پیٹی، نارتھ ارکاٹ
۱۹۔ پشتو ترجمہ	جناب قاضی عبد الرزاق صاحب موضع چھینا، تحصیل چارسدہ ضلع پشاور
۲۰۔ فارسی ترجمہ	جناب محمود فاروقی صاحب، مکان ۵۵۱/۸۱ ب نظام شاہی روڈ، حیدرآباد دکن
۲۱۔ درسی کتب، اسکول اسٹینڈرڈ	جناب محمد عبد الجبار صاحب غازی، دار الاسلام پٹھان کوٹ، پنجاب،

	باعانت خواجہ محمد صدیق صاحب، انچارج حلقۂ تاریخ۔
۲۲۔ بچوں کے لیے آسان تحریریں	جناب محمد شفیع صاحب (غازی آبادی) ٹیچر اینگلو عربک سیکنڈری ہائیر اسکول اجمیری گیٹ۔ دہلی
۲۳۔ تفریحی ادب	جناب ممتاز حسین صاحب، انچارج حلقۂ فلسفہ
۲۴۔ حلقۂ شعراء	جناب ابوالسلام نعیم صدیقی صاحب دارالاسلام پٹھان کوٹ۔ پنجاب
۲۵۔ حلقۂ تجارت و اہلِ صنعت	جناب سلطان احمد صاحب، فیر پرائس شاپ، لال باغ سرکس۔ لکھنؤ

(ب) ارکانِ جماعت میں سے جو اصحاب جس حلقے کے کام میں عملاً حصّہ لینے کی اپنے اندر قابلیت و صلاحیت اور رجحان پاتے ہوں وہ اس بارے میں اس حلقے کے ناظم سے مراسلت کریں۔

(ج) ہر حلقے کے ناظم صاحب اپنے رفقاءِ حلقہ کے مشورے سے کام کا ابتدائی نقشہ جلدی سے جلدی تیار کرکے مرکز میں بھیجیں۔ کام عملاً اس وقت شروع ہوگا جب امیرِ جماعت ان کے بنائے ہوئے نقشے کی منظوری دیں گے اگر ضرورت ہوئی تو اس غرض کے لیے ان کے حلقے کی کانفرنس بھی مرکز میں منعقد کرلی جائے گی۔

(د) حسب ضرورت مرکز سے جملہ معاملات میں مشورہ لیا جاسکتا ہے، خاص صورتوں

میں حلقے کے دوسرے لوگ بھی مرکز سے ضروری مراسلت کر سکتے ہیں۔ لیکن عام طور پر صرف حلقوں کے ناظم ہی مرکز سے تعلق رکھیں گے اور وہی مرکز کو اپنے حلقے کی کارروائیوں اور اس کے کاموں کی رفتار سے واقف رکھیں گے۔

(س) حلقے کے سلسلہ میں مراسلت وغیرہ یا دوسری قسم کے جو ضروری مصارف ہوں، وہ حتی الامکان حلقے کے لوگوں کو باہم مل کر برداشت کرنے چاہئیں۔ ان کے لیے ناظمِ حلقہ کے پاس بیت المال کی طرز پر ایک فنڈ قائم کر لیا جائے اور حلقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کی اعانت کرتے رہیں۔ حلقوں کے ناظم حسب ضرورت مرکز سے بھی اس بارے میں مدد لے سکتے ہیں۔

(س) جماعت کے قریبی ہمدردوں میں سے جو حضرات کسی حلقے کے ساتھ عملی تعاون کے خواہش مند ہوں، وہ بھی ارکان کی طرح اپنے متعلقہ حلقے کے ناظم صاحب سے مراسلت کریں۔ البتہ یہ یاد رہے کہ پھر انھیں ارکان کی طرح اپنے حلقے کے ڈسپلن (نظم) کی پابندی کرنی ہوگی۔

(ص) ارکان اور ہمدردوں کو چاہیئے کہ یہ اطلاعات ۱۵ر جون ۴۶ء تک حلقوں کے ناظموں کے پاس بھیج دیں اور اپنے اپنے حلقے کی فہرست مکمل کر کے اس کی ایک ایک نقل ۱۵ر جولائی تک مرکز میں روانہ کر دیں۔

۳۔ نظم جماعت کے متعلق ضروری امور

(۱) اجتماع الٰہ آباد میں رپورٹیں پیش کرنے کے لیے جو حلقے بنائے گئے تھے، ان کو بدستور قائم رکھا جائے اور ہر حلقے کی رپورٹ مرتب کرنے کا کام جن اصحاب کے سپرد کیا گیا تھا وہی آئندہ اپنے حلقے کے قیّم کی حیثیت سے کام کریں۔ ہر حلقے کی

جاعتیں اور منفرد ارکان اپنی ماہوار رپورٹیں مرکز میں بھی روانہ کریں اور ان کی نقلیں اپنے علاقہ کے قیّم کو بھی بھیجیں۔

(۲) یہ حلقہ وار قیّم صاحبان اپنے حلقوں میں حتی الامکان وہی فرائض انجام دیں گے جو صوبہ دار قیم اپنے صوبوں میں انجام دیتے ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، رودادِ جماعتِ اسلامی حصہ سوم صفحہ ۲۰۔

(۳) مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری صرف صوبہ مدراس کے قیّم ہوں گے ریاستِ حیدر آباد اور ریاست میسور اور صوبہ بمبئی کی جماعتیں، منفرد ارکان اور ہمدرد اپنے علاقے کے قیّموں کی نگرانی و رہنمائی میں کام کریں گے۔

۴۔ آئندہ اجتماعِ عام کا فیصلہ

آئندہ اجتماعِ عام (سالانہ اجتماع) کی شکل، پروگرام اور مقام کا فیصلہ کرنے کے لیے ماہ اگست ۱۹۴۶ء میں مجلسِ شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ اجتماع کے سلسلے میں جو مختلف تجاویز ہمارے سامنے ہیں وہ مختصراً درجِ ذیل ہیں، اور ان کا آخری فیصلہ اگست کی مجلسِ شوریٰ میں ہو گا۔

ا۔ فی الحال کچھ عرصے کے لیے اجتماعِ عام کی شکلِ موجودہ ہی کو برقرار رکھا جائے یا

ب۔ ہر صوبے کا الگ الگ صوبہ وار اجتماع کیا جایا کرے اور ان اجتماعات کا پروگرام ایسا رکھا جائے کہ امیرِ جماعت اور ان کے ساتھی مہینے ڈیڑھ مہینے کے ایک ہی دورے میں تمام اجتماعات میں شریک ہو سکیں اور ملک کا دورہ بھی ہو جایا

کرے۔ اس صورت میں اجتماعِ عام منعقد کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، بلکہ ہر سال ایک مرتبہ مرکز میں سارے ملک کا ایک نمائندہ اجتماع کر لینا کافی ہو سکتا ہے، جس میں صرف مختلف حلقوں کے نمائندے شریک ہوں۔ تمام ملک کے ارکان کا اجتماعِ عام ہر تیسرے سال یا ہر پانچویں سال منعقد کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ارکانِ جماعت جو مشورہ دینا چاہیں ان کو چاہیئے کہ ۳۰ جولائی تک اپنے مشورے اور دلائل سے ہمیں مطلع کر دیں۔ مذکورہ شکلوں کے علاوہ کوئی شکل کسی کے سامنے ہو، تو اس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

سوالات وجوابات

اس کے بعد کچھ لوگوں نے مختلف قسم کے سوالات کیے جن کے جوابات مولانا اصلاحی صاحب نے دیئے۔ چوں کہ شعبۂ تنظیم کا بہت سا ریکارڈ مشرقی پنجاب کے فسادات کی وجہ سے دارالاسلام، پٹھان کوٹ، ضلع گورداسپور میں ہی رہ گیا اور اسی میں ان سوالات اور جوابات کا مسودہ بھی شامل تھا، اس لیے انھیں یہاں نقل نہیں کیا جاسکا۔ نیچے مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کی وہ اختتامی تقریر نقل کی جارہی ہے جو انھوں نے ارکان کے آخری اجلاس میں ارشاد فرمائی۔

مولانا اصلاحی صاحب کی اختتامی تقریر

حضرات! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ فضل واحسان ہے کہ ہمارے اجتماعِ عام کی کارروائی اپنی آخری منزل میں پہنچ گئی۔ اب صرف شب کا جلسۂ عام باقی رہ گیا ہے اور کل گروپس (GROUPS) والی تجویز کی تکمیل کرنی ہے۔ ہم سب کو اس بات کا افسوس ہے کہ ان تمام مراحل میں ہم امیر جماعت کی رہنمائی سے ان کی بیماری کی وجہ سے محروم رہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں صحت وقوت دے کہ وہ شب کے جلسے میں شرکت کرسکیں۔

حضرات! جس طرح آپ کے اجتماعات کی ظاہری شکل وصورت دوسرے اجتماعات سے مختلف ہوتی ہے، اسی طرح ان کا باطن بھی دوسرے اجتماعات کے

باطن سے مختلف ہے مجھے امید ہے کہ آپ کو اس کے ظاہری ہنگاموں نے اس قدر مشغول نہ رکھا ہوگا کہ آپ کو اس کے باطن کی طرف توجہ کرنے کا سرے سے موقع ہی نہ ملا ہو۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ کا یہاں آنا آپ کے لیے مفید ہوا ہوگا۔ آپ نے اپنے مقصد میں بصیرت حاصل کی ہوگی اور اس کے لیے آپ میں نئی ہمت اور تازہ سرگرمی پیدا ہوئی ہوگی۔ اگر خدانخواستہ اس طرح کی کوئی بات نہ پیدا ہوئی ہو، آپ محض محنت اور تکان کا اثر یہاں سے لے کر واپس جا رہے ہوں تو گھر جا کر اپنا اچھی طرح جائزہ لے کر ہمیں اطلاع دیجیے کہ ہم بالکل خالی ہاتھ واپس آئے۔ تاکہ ہم غور کر سکیں کہ یہ محرومی کس کی غلطی کا نتیجہ ہے، آپ کی یا ہماری، یا دونوں کی، اور آئندہ کے لیے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ جس طرح آپ کی پیش کی ہوئی رپورٹوں سے ہم نے اپنے کاموں کی رفتار معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اسی طرح آپ کی اطلاعات سے ہم اپنے ان اجتماعات کی افادیت کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وقت اور مال کی بربادی سے اپنے آپ کو بچا سکیں اور یہ اجتماعات محض رسمی چیزیں بن کے نہ رہ جائیں بلکہ ان سے وہ مقصد حاصل ہو جس کو پیش نظر رکھ کر یہ منعقد کیے جاتے ہیں۔

مجھے اس موقع پر آپ سے بہت سی باتیں کہنی تھیں، لیکن افسوس ہے کہ وقت بہت کم ہے، اس وجہ سے محض چند باتوں کی طرف اشارہ کر کے اپنا بیان ختم کر دوں گا۔

میں اس وقت جماعتِ اسلامی کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کروں گا لیکن ان خصوصیات کے بیان کرنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ بالفعل جماعت کے ارکان کے اندر موجود ہیں، بلکہ یہ ہے کہ یہ آپ کے اندر ہونی چاہییں اور آپ کا فرض ہے کہ آپ برابر اپنا جائزہ لے کر دیکھتے رہیں کہ یہ آپ کے اندر

موجود ہیں یا نہیں اور اگر موجود ہیں تو کس حد تک ہ اور انہی کو آپ جماعت کے ساتھ وابستگی کے لیے معیار بنائیے۔ اگر یہ خصوصیات پورے طور پر موجود ہیں تو سمجھئے کہ جماعت کے ساتھ آپ کی وابستگی پوری ہے اور اگر ناقص طور پر موجود ہیں تو سمجھیے کہ جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق بھی ادھورا ہے اور اگر یہ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ جماعت کے ساتھ آپ کی وابستگی محض رسمی و ظاہری ہے۔ حقیقت سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

۱۔ ان خصوصیات میں سب سے مقدم خصوصیت یہ ہے کہ موجودہ ماحول کے اندر آپ غربت کا احساس کریں۔ غربت سے میرا مقصد مال و اسباب کی کمی نہیں ہے۔ اس چیز کا احساس تو ایک مسلمان، اگر وہ سچا مسلمان ہے، کبھی کرتا ہی نہیں۔ غربت سے میرا مقصد یہ ہے کہ موجودہ فضا میں آپ کو ہر جگہ اجنبیت کا احساس ہو۔ خاندان میں، سوسائٹی میں، قوم میں آپ کو ہمدرد و آشنا اور ہم خیال و ہم مشرب بہت کم نظر آئیں۔ آپ کو ہر مجلس میں احساس ہو کہ آپ جو کچھ چاہتے ہیں، دوسروں کی چاہت اس سے مختلف ہے۔ آپ جو کچھ سوچتے ہیں، دوسروں کا فکر اس سے بالکل الگ ہے۔ آپ کا مذاق، آپ کا رجحان، آپ کا خیال اور آپ کا ارادہ، ہر چیز دوسروں کے مذاق، رجحان اور خیال و ارادہ سے متباین بلکہ متصادم نظر آئے۔ آپ کو ایسا محسوس ہو کہ آپ خشکی کی مخلوق ہیں اور آپ کو سمندر میں ڈال دیا گیا ہے یا آپ سمندر کے جانور ہیں اور آپ کو خشکی میں پھینک دیا گیا ہے۔ دوسروں کو اپنی کامیابی کی راہیں بہت فراخ نظر آرہی ہوں مگر آپ کو اپنی کامیابی کی راہ رندی ہوئی ملے۔ دوسرے جس راہ پر چل رہے ہوں، وہ قافلوں سے بھری ہوئی ہو، مگر آپ کو ہر راہ میں قلتِ اعوان و انصار سے سابقہ پڑے۔ دوسروں کے لیے وسائل زندگی کے انبار لگے ہوں مگر آپ کو

سدِ رمق کے چند خشک نوالے حاصل کرنے کے لیے بھی چوٹی کا پسینہ ایڑی تک پہنچانا پڑے۔ جب آپ موجودہ دنیا میں اس طرح اپنے آپ کو مشکلات کے شکنجوں میں کسا ہوا پائیں اور آپ کے قریبی سے قریبی اعزّا ربھی ان مشکلات کے حل کرنے میں آپ کی کوئی مدد نہ کریں بلکہ الٹے ان میں اور زیادہ اضافہ کرنے کی کوشش کریں تب آپ سمجھیے کہ جماعت اسلامی کے مقاصد کا سچّا شعور آپ کے اندر پیدا ہو گیا ہے اور اس کی علامتیں آپ کے ظاہر و باطن دونوں میں اچھی طرح اُبھر رہی ہیں اور اگر یہ باتیں نہ پائی جائیں، بلکہ جماعت اسلامی میں داخل ہونے کے بعد بھی اس ماحول کے ساتھ آپ کی سازگاری اور موافقت اسی طرح باقی رہے جیسی جماعت میں داخل ہونے سے پہلے تھی اور آپ کے پھیلے ہوئے تعلقات کے کسی گوشہ میں کوئی رخنہ اور خلل نہیں پیدا ہوا ہے، آپ کے احباب بدستور آپ سے خوش اور آپ کے اقربا حسب سابق آپ سے راضی ہیں، آپ کے معاش اور معیشت کی ساری راہیں پہلے کی طرح اب بھی کھلی ہوئی ہیں اور کسی جہت سے آپ اجنبیت اور بیگانگی کا احساس نہیں کر رہے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے جماعت اسلامی کا صرف لیبل اپنے اوپر لگا لیا ہے۔ اس کی حقیقت آپ کے دل کے اندر نہیں اتری ہے۔

اس چیز کو آپ جماعت کے ساتھ اپنی وابستگی کو جاننے کے لیے کسوٹی قرار دیجیے اور آپ میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر خود اپنا اندازہ کر کے فیصلہ کرلے کہ جماعت کے ساتھ اس کا تعلق حقیقی ہے یا محض ظاہر دارانہ۔ ہم جن لوگوں کی تلاش میں ہیں وہ پہلی قسم کے لوگ ہیں نہ کہ دوسری قسم کے لوگ۔ وہی لوگ ہیں جن کے لیے حدیث میں مبارک باد دی گئی ہے اور جن کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "وہی ہیں جو میرے بعد کے بگاڑ کی اصلاح کریں گے۔"

(۲) دوسری خصوصیت جو مطلوب ہے اور جو درحقیقت پہلی خصوصیت ہی کا لازمی نتیجہ ہے، یہ ہے کہ آپ اپنی ساری وابستگی اور دلچسپی ان لوگوں کے ساتھ بڑھائیں، جو اصول و مقاصد میں آپ کے ساتھ متحد ہوں۔ اگر ان کی تعداد کم ہو تو اس کی پروانہ کیجیے انہی کی رفاقت اور نصرت کی قدر کیجیے۔ اگرچہ وہ آپ کے عزیز نہ ہوں، لیکن آپ ان کو عزیزوں سے بڑھ کر عزیز رکھیے۔ اگرچہ وہ آپ کی قوم سے باہر کے ہوں، لیکن آپ کی عصبیت وحمیت ان کے لیے اپنی قوم سے بھی زیادہ ہو۔ اگرچہ وہ ہمیشہ سے آپ کے اور آپ کی قوم کی دشمن رہے ہوں، لیکن آج اگر انھوں نے اس حق کو قبول کر لیا ہے، جس حق کو آپ نے قبول کیا ہے، تو آپ کی طرف سے ان کے لیے صرف سچی دوستی ہی ہونی چاہیے۔ آپ ہر طرف سے کٹ کر اپنی ساری دلچسپیاں صرف ان کے اندر ڈھونڈھیے۔ یہی آپ کے عزیز ہوں، یہی آپ کے دوست ہوں، یہی آپ کے غم خوار ہوں۔ ان کے سوا دوسروں کے ساتھ آپ کا تعلق دوستی اور محبت کا نہ ہو بلکہ صرف خیر خواہی اور خیر سگالی کا ہو یعنی آپ ان کو بھی اس حق سے آشنا کیجیے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھولا ہے۔

آپ کا گھرانہ اہلِ حق اور اہلِ ایمان کا گھرانہ ہو۔ جن کا رشتہ حق کے ساتھ جتنا ہی ضعیف ہو، آپ کا رشتہ ان کے ساتھ اتنا ہی ضعیف ہونا چاہیے اور جن کا رشتہ ایمان کے ساتھ جتنا ہی مضبوط ہو، آپ کا رشتہ ان کے ساتھ اتنا ہی مضبوط ہونا چاہیے۔ اس اصول کو سامنے رکھ کر اپنی دوستیوں اور دشمنیوں کا پورا جائزہ لیجیے اور اگر کہیں آپ کو نظر آئے کہ آپ دوستی کے مستحق کے ساتھ دشمنی اور دشمنی کے حق دار کے ساتھ دوستی کا معاملہ کر رہے ہیں تو اللہ کے ڈر سے اس کی اصلاح کیجیے۔ اگر آپ ایک اصول کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں تو اس کے دشمنوں کے ساتھ آپ کی دوستی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو لوگ اس اصول سے دوستی

رکھتے ہیں ان کے ساتھ آپ کی دشمنی بھی خلافِ فطرت ہے۔ آپ نسل ونسب کے بُت کے پجاری نہیں ہیں اور نہ آپ کو رنگ وخون کے امتیازات ہی سے کوئی دلچسپی ہے۔ آپ کی نفرت ومحبت تو تمام تر اللہ اور رسولؐ کے تعلق کے تابع ہے۔ جو لوگ اللہ ورسولؐ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑلیں، آپ ان کے بن گئے۔ آپ کا اور ان کا رشتہ مادی رشتہ ہے اور اخلاقی رشتہ ہے اور روحانی رشتہ ہے یہی معنی ہیں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کے۔ اگر ایمان اور اسلام کے رشتہ کے سوا کوئی اور رشتہ بھی آپ نے باقی رکھ چھوڑا ہے، تو اس کی اصلاح کی کوشش کیجیے، اور جلد سے جلد اس کو حق کے تابع کیجیے۔ نہیں معلوم کب آپ کے سامنے آزمائش کی گھڑی آجائے اور وہ آپ سے مطالبہ کرے کہ حق کے لیے چچا بھتیجے کی گردن پر تلوار چلائے اور بھانجہ ماموں کے سینے پر نیزہ مارے۔

باطل اور باطل کے تمام رشتوں سے قلبی انقطاع اصلی روحانی ہجرت ہے۔ جس کا آغاز اس دن سے ہوجاتا ہے جس دن ایک بندۂ حق ایک حق کو قبول کرتا اور اس کی خاطر ایک باطل کو چھوڑتا ہے۔ آپ اس روحانی ہجرت کا عزم کیجیے اور اس راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اس پر قابو پانے کی مشق بہم پہنچایئے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے لیے پہلے سے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وقت آئے گا، وہ حق کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں بھی پیش کردیں گے اور عزیز سے عزیز رشتوں پر مقراض بھی چلادیں گے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ آزمائش کی گھڑیوں میں قلب و دماغ کی صرف وہی قوت کام دیتی ہے جو بالفعل موجود ہو اور جس کا ذخیرہ پہلے سے فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ جو لوگ اپنی فوج کو اس وقت ٹریننگ دیتے ہیں جب دشمن نے حملہ کردیا ہو، ان کے حصے میں ناکامی کے

سوا اور کچھ نہیں آتا۔

۳۔ تیسری صفت جو آپ کو اپنے اندر پیدا کرنی ہے، وہ اس کی مقابل صفت ہے یعنی یہ کہ جو لوگ اصول اور مقصد میں آپ سے مختلف ہوں وہ آپ کو نرم چارہ نہ پائیں، وہ جب آپ کو ٹٹولیں تو انھیں محسوس ہو کہ ان کے لیے آپ کے اندر انگلی دھنسانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے آپ کو آلۂ کار نہ بنا سکیں۔ پہلی جماعت کے لیے آپ جتنے سادہ لوح، کریم النفس اور بھولے بھالے ہوں، دوسری جماعت کے لیے آپ کو اسی قدر ہوشیار، بیدار مغز اور اصول پرست ہونا چاہیئے، ان کو آپ ہرگز اس بات کا موقع نہ دیں کہ وہ آپ پر اپنا رنگ چڑھا دیں اور آپ کو اپنے سانچہ میں ڈھال لیں۔ جب تک آپ میں یہ صفت نہ پیدا ہو، اس وقت تک نہ آپ کے اندر جماعتِ اسلامی کے مقاصد کا صحیح شعور پیدا ہوا ہے اور نہ آپ میں وہ سیرت پیدا ہوئی ہے جو جماعت اسلامی کے پیش نظر مقاصد کی تکمیل کے لیے مطلوب ہے۔

قرآن مجید میں اہل ایمان کی جو تعریف کی گئی ہے کہ وہ "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کفار پر سخت ہیں، اس کے معنی یہی ہیں جو لوگ اللہ کی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں ان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ دشمن کے بگل پر بھی لفٹ رائٹ شروع کر دیں اور عارضی فوائد کے لیے اس کا کلمہ بلند کر دینے اور اس کی لڑائی لڑ دینے میں بھی کوئی ہرج نہ خیال کریں، جو لوگ حق و باطل دونوں کے ساتھ رشتہ رکھنا چاہتے ہیں ان کا رشتہ صرف باطل کے ساتھ رہتا ہے۔ حق اس قسم کی شرکت اور آلودگی کو گوارا نہیں کرتا آپ کی سیرت کی وہ ساری کمزوریاں جو آپ کے اندر باطل کو گھسنے کی راہ دیتی ہے، آپ کے ضعفِ ایمان کی دلیل ہیں اور اب جس زندگی کا آپ نے

آغاز کیا ہے اس کا اولین تقاضا ہے کہ آپ ان کمزوریوں کو دور کرنے کی پوری کوشش کریں۔

یہ دو تین باتیں میں نے آپ کے سامنے کسوٹی کی حیثیت سے پیش کی ہیں آپ ان کے اوپر اپنے آپ کو جانچ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق کس نوعیت کا ہے؟ محض زبان سے آپ اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور دل آپ کا انہی کوچوں میں ابھی آوارہ گردی کر رہا ہے جن میں پہلے آوارہ گردی کر رہا تھا یا آپ دل اور زبان، دونوں سے اس کے ساتھ ہیں؟

حضرات، میں آپ کو رخصت کرنے سے پہلے کچھ زادِ راہ بھی آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ یہ زادِ راہ آپ کے راستے میں بھی کام آئے گا، گھر پر بھی کام دے گا، اور اگر آپ نے اس کی قدر کی تو یہ زندگی کے ہر مرحلے میں آپ کے کام آئے گا۔ یہ زادِ راہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی یاد! مجھ پر اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی حدیثوں سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ تمام طاقت و قوت کا خزانہ اللہ کی یاد ہے۔ پس آپ کا دل اس کی یاد سے کبھی خالی نہ رہنا چاہیئے۔ اللہ کی یاد سے میری مراد ذکر اور فکر دونوں ہے۔ میں مجرد اس ذکر کی دعوت نہیں دے رہا ہوں جو محض وظیفۂ زبان بن کے رہ جائے۔ دل و دماغ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ اس طرح کا ذکر کچھ مفید نہیں ہے۔ نیز میں صرف قولی ذکر کی دعوت نہیں دے رہا ہوں، میرے نزدیک اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی ہر جدّ و جہد ذکرِ الٰہی میں داخل ہے بلکہ حقیقی ذکر یہی ہے۔ آپ اس ذکر کا اہتمام کیجیے۔ آپ کے سامنے جو مرحلے آ رہے ہیں ان میں یہی چیز کام دے گی۔ اسی سے ہر مشکل آسان ہو گی۔ اب میں اس اجتماع کی کارروائی کو دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو حق کی معرفت بخشے اور اس کی خدمت کے لیے ہمت و استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

٭

جلسۂ عام میں مولانا اصلاحی صاحب کی تقریر

تیسرے روز، ر اپریل ۴۶ء، بعد نماز مغرب، جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جس میں مقامی لوگ مسلم و غیر مسلم دونوں بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ حاضری تقریباً پانچ ہزار تھی۔ پہلے مولانا امین احسن صاحب اصلاحی نے تقریر فرمائی اور ان کے بعد امیر جماعتِ اسلامی، مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔ مولانا اصلاحی صاحب کی تقریر درج ذیل ہے۔ امیرِ جماعت اسلامی کی تقریر کا مسودہ مشرقی پنجاب کے فسادات کی نذر ہو گیا۔ اس لیے ان کی تقریر درج نہیں کی جا سکی۔

دعوت اسلامی اور اس کے محرکات

اجتماعِ عام کی تقریر

خطبۂ مسنونہ کے بعد:

حاضرین! مجھے اس وقت آپ کے سامنے کوئی لمبی تقریر نہیں کرنی ہے۔ پچھلے دو تین دنوں کے اندر میں بار بار آپ کے سامنے اپنے خیالات پیش کر چکا ہوں۔ اس وقت کی اصلی تقریر امیر جماعت کی تقریر ہوگی۔ میں محض تعمیلِ حکم میں یہاں آگیا ہوں اور مختصراً صرف یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ ہم کیا دعوت لے کر اٹھے ہیں اور اس دعوت کو لے کر اٹھنے کے محرکات و اسباب کیا ہیں۔

بحیثیت ایک انسان اور ایک سوچنے والی ہستی کے، جب ہم اس دنیا کے حالات پر غور کرتے ہیں اور یہ معین کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں ہماری پوزیشن کیا ہے، ہم خالق ہیں یا مخلوق، آزاد ہیں یا محکوم، ذمہ دار اور مسئول ہیں یا مطلق العنان اور غیر مسئول؟ نیز اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ ہمیں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ ہمارا نظام اخلاق کیا ہونا چاہیئے۔ ہمارے لیے معاشرت و معیشت اور سیاست و اجتماع کے پسندیدہ ضابطے کیا ہیں؟ تو سب سے پہلے ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ دنیا محض اتفاق سے وجود میں نہیں آگئی ہے، بلکہ اس کے پیچھے ایک حکیم کا ارادہ کارفرما ہے۔ نیز یہ کہ یہ یونہی کوئی اندھیر نگری نہیں ہے، بلکہ اس کے ہر گوشے میں حکمت اور مقصد کی جلوہ گری ہے۔ ہم اس کے اندر تدبیر و حکمت کی اتنی کارفرمائیاں دیکھتے ہیں کہ یہ باور نہیں کر سکتے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی مدبّر کے ہو رہا ہے۔ ہم ربوبیت اور پروردگاری کے اتنے مظاہر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی رب اور پروردگار کے وجود میں آسکتا ہے، یہاں ہر قدم پر قدرت اور حکمت کی اتنی گلکاریاں موجود ہیں کہ ہر بات کا انکار ممکن ہے لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب کچھ ایک زبردست کاریگر کی کاریگری اور ایک ماہر صناع کی صنعت گری کا کرشمہ ہے۔

اس سارے ہنگامۂ وجود کے پیچھے ایک حکیم، ایک قدیر ، ایک قیوم، ایک پروردگار اور ایک مہربان خدا کو مان لینے کے بعد دوسری حقیقت ہمارے سامنے یہ آتی ہے کہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے، جس کی قدرت و حکمت کی یہ ساری گلکاریاں ہیں۔ جس کی پروردگاری اور جس کی رحمانیت کے اتنے بے شمار آثار ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، جس نے انسان کو اتنی اعلیٰ قابلیتوں اور صلاحیتوں

سے آراستہ کیا ہے، ہو نہیں سکتا کہ اس نے انسان کی عقلی واخلاقی رہنمائی کے
لیے اور زندگی کو ٹھیک ٹھیک گزارنے کے لیے کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہ بنایا
ہو۔ ضرور اس نے اس عقلی واخلاقی زندگی کا بھی اسی طرح سامان کیا ہوگا جس طرح
اس کی مادی زندگی کی ضرورتوں کا سامان کیا ہے۔ ہماری عقل ہمیں بتاتی ہے کہ ایسا
ہونا چاہیئے۔ آسمان وزمین کے اندر جو انتظام ہے وہ اس حقیقت کی طرف
اشارہ کر رہا ہے اور انسان کی فطرت جس ساخت پر بنی ہے وہ اپنی بناوٹ
ہی سے اس کے لیے مطالبہ کر رہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز کو
دل مانگ رہا ہے اور جس چیز کے لیے عقل تقاضا کر رہی ہے، واقعے کی شکل
میں بھی اس کے موجود ہونے کی کوئی شہادت موجود ہے یا نہیں؟ جب ہم معاملہ
پر اس پہلو سے غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے انسانوں کی ایک ایسی جماعت
آتی ہے جو سب کے سب بہترین اخلاق وسیرت کے لوگ ہیں، جو ذہنی واخلاقی
اعتبار سے اپنے زمانے کی سوسائٹی کے گل سرسبد ہیں، جن کے دوستوں نے
ہر معاملے میں ان پر اعتماد کیا اور کبھی اپنے اس اعتماد میں دھوکا نہیں کھایا۔ جن
کے دشمنوں نے ہمیشہ ان کی لغزشوں کی جستجو کرنی چاہی لیکن کبھی ان کی کسی کمزوری
یا لغزش پر گرفت نہ کر سکے۔ یہ سب کے سب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے ان کے ذریعے سے انسانوں کی رہنمائی کے لیے قانون نازل کیا ہے۔ وہ
قانون انھوں نے دنیا کے سامنے پیش بھی کیا اور اپنے اپنے زمانوں میں اس
کو دنیا میں جاری کر کے اس کی افادیت کو اچھی طرح آشکارا بھی کیا۔ تجربے
سے یہ قانون بہترین ثابت ہوا ہے۔ غور کرنے والے اس کی خوبیوں اور باریکیوں
پر عش عش کرتے ہیں۔ دیکھنے والے اس کی برکتوں اور اس کے فوائد پر سر دھنتے
ہیں۔ اس قانون کے ذریعے سے بہترین نظامِ عدل وانصاف قائم ہوا۔ بہترین طریقہ

پر اس سے لوگوں کے معاملات اور حقوق کے جھگڑے چکائے گئے۔ سوسائٹی کے ہر طبقے کو اس سے امن و اطمینان حاصل ہوا۔ معاشرت اور معیشت کے ہر گوشے میں خیر و برکت پھیلی۔

یہ حقیقت واضح ہونے کے بعد لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کا بھیجا ہوا قانون اور اس کا بنایا ہوا نظامِ زندگی دنیا میں موجود ہے تو کیا انسانوں کے لیے، جو خدا کی مخلوق ہیں، یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ اس کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی اطاعت تسلیم کریں اور اس کے بتائے ہوئے نظامِ زندگی کے سوا اپنے لیے کوئی اور نظامِ زندگی اختیار کریں۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہ قانون اور وہ نظامِ زندگی خود ان کا بنایا ہوا ہو یا کسی اور کا، اور وہ قانون ان کے خیال میں بہتر ہو یا بدتر۔ مجرد اس سوال کا جواب دیجیے کہ خدائی قانون کی موجودگی میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ اس قانون کو چھوڑ کر کسی اور قانون کی اطاعت و پیروی کی جائے۔؟

ہمارے نزدیک اس سوال کا سیدھا اور صاف جواب صرف ایک ہی ہے کہ نہیں! جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ان کے لیے یہ بات کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ خدا کے قانون کے سوا، جب کہ وہ ان کے پاس موجود ہو، چھوڑ کر کسی اور قانون کی پیروی کریں۔ یہ ناشکری ہے۔ ناسپاسی ہے، ظلم عظیم ہے، بلکہ شرک اور خدا سے صریح بغاوت ہے، جس کے ارتکاب کی جرأت وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کی فطرت نہ تو دنیا میں کسی بڑی سے بڑی ناانصافی سے جھجکتی ہو اور نہ وہ آخرت میں کسی بڑی سے بڑی سزا سے ڈرتے ہوں۔

ہماری دعوت کا نقطۂ آغاز یہی ہے۔ ہم تمام بنی آدم کو اس بات کی

دعوت دیتے ہیں کہ اللہ ہی کی بندگی اور اطاعت کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے نبیوں اور رسولوں کے دیئے ہوئے قانون کو مانو۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے انسانوں کو اپنی مرضی اور اپنے احکام سے مطلع کرتا رہا ہے اور ہر قوم میں اس کے احکام اور قوانین کو بتانے والے لوگ آئے ہیں، لیکن قوموں نے تھوڑے زمانوں کے بعد اپنی غفلتوں اور کمزوریوں کی وجہ سے اپنے نبیوں کی بتائی ہوئی باتیں کچھ تو بھلا دیں اور کچھ ان میں اپنی خواہش کے مطابق دوسری باتیں ملا دیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لیے ہادی و رہبر بنا کر بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے ایک طرف تو تمام پچھلے نبیوں کی تعلیم کو زندہ کر دیا۔ اور دوسری طرف اپنے دین کو کامل کر دیا۔ ہم نے اس پہلو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر غور کیا ہے اور ہم پوری طرح مطمئن ہیں کہ آپ کی تعلیم گزشتہ نبیوں کی تعلیم کا سچا مجموعہ بھی ہے اور خدا کے دین کی تکمیل بھی ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ تقلیدی نہیں ہے بلکہ ہم نے پوری آزادی کے ساتھ خالص عقل کی روشنی میں، اسلام پر غور کیا ہے اور غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، اور اب ساری دنیا کے سامنے اس دعوت کو پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے بہت سے غیر مسلم بھائی ہماری اس رائے سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن یہ مطالبہ ہم ان سے ضرور کریں گے کہ دین کا معاملہ کوئی آسان معاملہ نہیں ہے، اس وجہ سے ان کا فرض ہے کہ وہ اسلام پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔ مختلف اسباب سے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جو تعصبات حائل ہو گئے ہیں، ان کو اسلام پر غور کرنے کی راہ میں ہرگز حائل نہ ہونا چاہیئے۔ اسلام کوئی تنہا مسلمانوں کا دین نہیں ہے۔ یہ تمام دنیا کا دین ہے اور دنیا کے تمام نبیوں کی لائی ہوئی سچائیاں اس کے اندر جمع ہیں

اس وجہ سے اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ تعصب کی وجہ سے نفسِ اسلام کو قابلِ نفرت سمجھنے لگے گی اور اس پر غور کرنے سے انکار کر دے گی تو وہ پرائے شگون پر اپنی ناک کاٹ لے گی۔ اگر ہمارے غیر مسلم بھائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ تعصب کی وجہ سے نفسِ اسلام پر غور کرنا چھوڑ دیا تو اس سے نہ تو مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچے گا نہ اسلام کو، بلکہ سر تا سر خود ان کو نقصان پہنچے گا کہ اللہ کی جو نعمت ہوا، پانی اور روشنی کی طرح ان کے لیے بھی اسی طرح عام تھی جس طرح مسلمانوں کے لیے، اس سے وہ پرائے جھگڑوں کی وجہ سے محروم رہے۔

ہم ان لوگوں کے لیے، جو اسلام کو ہر طرح کے تعصبات سے آزاد ہو کر سمجھنا چاہیں صالح لٹریچر تیار کر رہے ہیں اور ہم کو دلی خوشی ہوگی اگر ہم اس سلسلہ میں ان طالبانِ حق کی کوئی خدمت کر سکیں جو ہمارے غیر مسلم بھائیوں کے اندر سے اسلام کو سمجھنے کے لیے اٹھیں۔

اس موقع پر ہم مسلمانوں کے سامنے بھی یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین کو اپنی قومی میراث نہ بنائیں۔ اسلام کے ساتھ اسی شخص کا تعلق واقعی تعلق ہے جو اس کے عقائد پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے حکموں پر عمل کرتا ہے۔ محض مسلمان گھر میں پیدا ہو جانے سے کوئی شخص مسلمان نہیں بن جاتا۔ مسلمانوں کی اس غلطی نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے سبب سے وہ خود بھی اسلام کی برکتوں سے محروم ہوئے اور دوسروں کو بھی اس سے بدگمان کر رہے ہیں وہ ایک خدائی جماعت کی جگہ جب ایک قوم بن کر دنیا کے سامنے آتے ہیں تو اسلام کی دعوت ان کی زبان سے کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ وہ یا تو حقیقی مسلم بنیں یا پھر مسلمان قوم بن کر ہی رہیں۔ ایک قوم اور ایک اصولی جماعت کی دو بالکل متباین خصوصیات اپنے اندر جمع کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس شتر گربگی نے ان کو کہیں کا

نہ چھوڑا ہے، نہ وہ دین کے کام کے رہے اور نہ دنیا ہی کے کام کے رہے۔ اگر وہ فی الواقع ایک اسلامی جماعت ہیں تو ان کو چاہیئے کہ وہ اپنی ساری وابستگی اسلام کے اصولوں کے ساتھ ظاہر کریں اور ان تمام مطالبات سے دست کش ہو جائیں جو انھوں نے قومی خصوصیات کے ماتحت پیدا کیے ہیں۔ اس شتر گربگی نے ان کی پوزیشن بہت خراب کر دی ہے۔ اس کی وجہ سے انھوں نے غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے خلاف سخت تعصبات پیدا کر دیے ہیں۔ دوسری قوموں نے اسلام کے احکام و قوانین پر اس وجہ سے غور کرنا چھوڑ دیا کہ یہ ایک خاص قوم کا دین ہے جو نسل اور تہذیب اور دوسری قومی خصوصیات میں ان سے بالکل مختلف حیثیت رکھتی ہے۔

موجودہ مسلمانوں کی اسی شتر گربگی نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جس کی ساری وابستگی خالص اسلام کے اصولوں کے ساتھ ہو۔ وہ ہر طرح کے نسلی، قومی اور وطنی تعصبات سے بالاتر ہو۔ وہ خدا کی زمین میں خدا کے دین کی اپنے قول اور عمل دونوں سے شہادت دے۔ ہم نے اس طرح کی جماعت بنا کر اپنا یہ فرض سمجھا ہے کہ ہم نے جس دین کو حق پایا ہے اس دین کو سب سے پہلے اس ملک کے باشندوں کے سامنے پیش کریں، جس ملک میں ہم پیدا ہوئے ہیں یہ ہم کسی خودغرضی سے نہیں کہہ رہے ہیں اور اس کا محرک وہ محبت ہے جو ہم وطنی کے رشتے کی وجہ سے ہمیں اس ملک کے ہر باشندے سے ہونی چاہیئے اور ہے۔

یہ زمانہ ہزار برائیوں کے ساتھ اپنے اندر ایک خوبی بھی رکھتا ہے کہ اس زمانہ میں تقلیدِ جامد کا زور بہت کم ہو گیا ہے۔ لوگ آزادی کے ساتھ ہر طرح کے خیالات پر غور کرنے لگے ہیں۔ اور مجرد ان خیالات کی خوبی یا کمزوری کی بنا پر ان کے حسن و قبح کا فیصلہ کرنے لگے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اسی آزادی اور بے تعصبی کے ساتھ لوگ

اسلام پر غور کریں گے ۔ اگر لوگوں نے ایسا کیا تو ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنی ساری مشکلات کا بہترین حل اسلام میں پائیں گے ۔

اس زمانے میں دنیا کا مزاج پوری شدت کے ساتھ اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ قومی تعصبات اور نسلی و وطنی تنگ نظریوں کو چھوڑ کر سیاست و تمدن کی بنیاد ایسے عالم گیر اصولوں پر رکھی جائے جو تمام نسلِ انسانی کو ایک نقطے پر جمع کر سکیں یہ مطالبہ اس دنیا کا فطری مطالبہ ہے اور ضروری ہے کہ یہ پورا ہو۔ اگر یہ پورا نہ ہوا اور دنیا کو ایسے عالم گیر اصول نہ مل سکے، جن پر تمام دنیا متفق ہو سکے، تو اس کا لازمی نتیجہ اس دنیا کی تباہی ہے ۔ یہ زمانہ الگ الگ قومی حکومتوں کا زمانہ نہیں ہے اور نہ اس بات کا زمانہ ہے کہ کوئی ایک قوم ساری دنیا پر یا دنیا کے بڑے حصے پر حکومت کر سکے ۔ جب تک یہ چیزیں باقی ہیں اسی طرح کی ہولناک تباہیاں دنیا پر آتی رہیں گی ۔ جس طرح کی ہولناک تباہی کے تماشے ابھی ابھی آپ دیکھ چکے ہیں ۔ ان ساری مشکلوں کا علاج بس وہی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے، یعنی یہ کہ انسان انسانوں پر حکومت نہ کرے، بلکہ خدا انسانوں پر حکومت کرے، اور دنیا کے سارے انسان صرف اس احکم الحاکمین کے قانون کی پیروی کریں جو اس سارے جہان کا حقیقی اور جائز بادشاہ ہے ۔

اسلام نے ہمارے لیے جو نظامِ زندگی پیش کیا ہے اس کے بنیادی اصول دو ہیں۔ ایک وحدتِ الٰہ دوسرا وحدتِ آدم ۔ اور غور کیجیے تو کوئی عادلانہ اور عالم گیر نظامِ اجتماعی وجود میں نہیں آ سکتا جب تک دنیا کی قومیں ان دونوں اصولوں کو تسلیم نہ کرلیں۔ جب تک سچی خالص توحید کا عقیدہ مختلف خداؤں کے دعوئے فرمانروائی کو مٹا نہ دے، اور سب لوگ ایک ہی آدم کی اولاد کی حیثیت سے ایک ہی خدا کے اتارے ہوئے قانون کو مان نہ لیں، یہ دنیا بے شمار دیوتاؤں کی رزمگاہ اور مختلف مذہبوں کی

معرکہ گاہ بنی رہے گی۔ کالے اور گورے کا فرق باقی رہے گا۔ شریف اور وضیع میں امتیاز قائم رہے گا اور عربی و عجمی آپس میں لڑتے رہیں گے، ان دونوں اصولوں کو تسلیم کر لینے کے بعد ساری جنگیں ختم ہو جائیں گی۔ تمام دنیا کے انسان ایک خدا کے محکوم اور آپس میں بھائی بھائی بن جائیں گے اور ان تمام بھائیوں میں کوئی فرق و امتیاز جائز نہ ہوگا۔ الّا بدین او تقویٰ۔ یعنی اس نظام میں صرف ان لوگوں کو ترجیح حاصل ہوگی جو خدا کے قانون کی زیادہ سے زیادہ اطاعت کرنے والے اور بنی آدم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ انصاف اور بھلائی کرنے والے ہوں اور ان لوگوں کو اس نظام میں کوئی درجہ حاصل نہ ہوگا جو زمین میں فساد کرنے والے اور اپنی برتری اور خدائی کے دعوے کرنے والے ہوں۔ ان باتوں کو باور کرنے میں اگر آپ کو کچھ تردّد ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام پر براہ راست غور کرنے کی کبھی زحمت نہ اٹھائی ہے، بلکہ اس کو صرف مسلمانوں کے ذریعہ سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ ایسا کرنے میں حق بجانب ہیں۔ ہر مسلک زندگی کو لوگ اس کے نام لینے والوں ہی کے واسطے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ اسلام کے بارے میں یہ طریقہ مسلمانوں کی غلط روی کی وجہ سے نہایت غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے اگر آپ اسلام کی اصلی صورت دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی شکل صرف ایک ہی ہے کہ آپ اسلام پر براہِ راست غور کریں اگر آپ اس حیثیت سے غور کریں گے تو ہم کو یقین ہے کہ آپ اس کو دنیا کے تمام آزمائے ہوئے نظاموں سے کہیں زیادہ بہتر پائیں گے۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں کی پاک تعلیمات کا محفوظ ترین مجموعہ ہے۔ وہ خدا کے آخری رسولؐ کا لایا ہوا آخری اور کامل دین ہے۔ وہ ایک اجتماعی اور سیاسی نظام کی حیثیت سے تھیوکریسی، ڈیموکریسی اور ارسٹوکریسی کی تمام خوبیوں کا مجموعہ اور ان کی تمام

کمزوریوں اور خرابیوں سے بالکل پاک ہے۔ یہ اپنے نظام کو چلانے کے لیے بہترین سیرت کے آدمی خود تیار کرتا ہے اور انسان سازی کی یہ مشین بھی اس کے سسٹم کا ایک جز و ہے جو اس صورت میں خود بخود اپنا فرض انجام دیتی ہے جبکہ اس کے مجموعی سسٹم میں کوئی خرابی نہ پیدا کر دی گئی ہو۔

حضرات! اب میں اپنی اس تقریر کو ختم کرتا ہوں اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر آپ میں سے کچھ لوگ اسلام پر ایک نظام زندگی کی حیثیت سے غور کرنا چاہیں تو ان کی مدد کے لیے ہماری خدمات حاضر ہیں۔ آخر میں مسلمانوں سے ہماری یہ درخواست ہے کہ وہ لِلّٰہ اپنی اس شتر گربگی کو چھوڑیں اور اسلام کو، یا تو جس طرح اختیار کرنا چاہیے اس طرح اختیار کریں، یا کم از کم اس کی راہ میں پتھر نہ بنیں۔ اسی طرح غیر مسلم بھائیوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ پرائے جھگڑوں کی وجہ سے اسلام کے خلاف کسی تعصب میں مبتلا نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

رُوداد مجلس شوریٰ جماعت اسلامی

منعقدہ بمقام دارالاسلام بتاریخ ۱۵، ۱۶ ستمبر ۱۹۴۶ء

(از: قیّمِ جماعت)

اجتماع الٰہ آباد، منعقدہ اپریل ۴۶ء کے موقع پر مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا تھا کہ آئندہ سالانہ اجتماع اور دوسرے مسائل پر غور کرنے کے لیے مجلسِ شوریٰ کا آئندہ اجلاس اگست ۱۹۴۶ء میں دارالاسلام میں بلایا جائے گا لیکن رمضان کی وجہ سے یہ اجلاس اگست کے بجائے ۱۵، ۱۶ ستمبر کو بلائے جانے کا امیرِ جماعت نے فیصلہ کیا۔ اس اجلاس کی مفصّل روداد درج ذیل ہے:

پہلا اجلاس

بتاریخ ۱۵ ستمبر ۴۶ء بروز اتوار

حسب اعلان سابق مجلسِ شوریٰ کا اجلاس لائبریری کے کمرے میں ٹھیک ۹ بجے شروع ہوا۔ امیر جماعت کے علاوہ حسبِ ذیل ارکان شریک تھے۔

(۱) مولانا امین احسن صاحب اصلاحی، دارالاسلام۔

(۲) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب، وننا کیم، نارتھ ارکاٹ، مدراس۔

(۳) مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، دارالعروبہ، جالندھر

(۴) مولانا عبدالغفار حسن صاحب موتی بازار، مالیر کوٹلہ۔

(۵) ملک نصراللہ خاں صاحب، عزیز، ایڈیٹر کوثر لاہور۔

(۶) جناب عبدالجبار غازی صاحب، دارالاسلام۔

(۷) سردار محمد اکبر صاحب، ارشد منزل، کیمبلپور۔

(۸) سید عبدالعزیز صاحب شرقی، نیا محل جالندھر۔

(۹) خان سردار علی خاں صاحب، موضع سیرے، ضلع مردان۔

(۱۰) جناب محمد یوسف صاحب صدیقی، محلہ قافلہ، ٹونک راج۔

(۱۱) چودھری محمد شفیع صاحب، تہلواڑ، ضلع بارہ بنکی، اودھ۔

(۱۲) میاں طفیل محمد صاحب، قیم جماعت۔

قاضی حمید اللہ صاحب سیالکوٹی، اپنی اہلیہ کی شدید بیماری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔

حسب ذیل امور مجلس کے سامنے غور و بحث کے لیے پیش ہوئے۔

(۱) آئندہ سالانہ اجتماع کا مسئلہ۔

(۲) بیت المال کی تنظیم، مقامی اور مرکزی بیت المال کا دستور، آمد و خرچ کے متعلق ضروری ہدایات، خازن اور محتسب (AUDITOR) کا انتخاب۔

(۳) ہندوستان کے موجودہ حالات میں جماعت کی پالیسی۔

(۴) رسالہ ترجمان القرآن کا مسئلہ۔

(۵) تربیت گاہ کے پروگرام پر تبصرہ۔

(۶) امیر جماعت کی عدم موجودگی میں جماعت کے نظم کا معاملہ۔

(۷) حکومت کی روز افزوں اجتماعی تصرف (SOCIALISATION) کی پالیسی کو دیکھتے ہوئے افراد جماعت کے لیے ایک معاشی لائحۂ عمل تجویز کرنے کا معاملہ۔

(۸) جماعت کو خطاب عام کے لیے تیار کرنے کا ابتدائی پروگرام۔

(۹) بیرونی مقامات پر ضمنی مراکز بنیں تو وہاں آبادکاری کے لیے کیا قواعد ہوں؟
(۱۰) جماعت کے ہمدردوں اور متاثرین کی تنظیم کا مسئلہ۔
(۱۱) مسئلۂ عشر کا فیصلہ۔
ان مسائل پر مجلس شوریٰ میں بالاتفاق حسب ذیل امور طے کیے گئے۔

۱۔ آئندہ سالانہ اجتماعات کا مسئلہ

۱۔ اجتماع عام کی شکل: اس بارے میں مجلس شوریٰ کے سامنے جو مختلف شکلیں تھیں انھیں رسالہ ترجمان القرآن، بابتہ جمادی الثانی ۶۵ھ میں شائع کر کے ارکانِ جماعت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اپنے مشوروں اور دلائل سے ہمیں مطلع کریں کہ ان مختلف شکلوں میں سے کون سی شکل ان کی رائے میں موزوں تر ہے۔ نیز یہ کہ اگر مذکورہ شکلوں کے علاوہ کوئی اور شکل بھی کسی کے سامنے ہو تو وہ بھی پیش کر دی جائے۔ بہت سے ارکان اور جماعتوں نے مشورہ بھیجے تھے جن کو مرتب کر کے مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ مجلس نے ہر تجویز کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے گفتگو کی۔ آخر کار امیر جماعت نے ارکانِ شوریٰ کے اتفاق سے آئندہ سالانہ اجتماعات کی حسبِ ذیل صورت تجویز کی۔

۱۔ سالانہ اجتماعات کی غرض کے لیے ہندوستان کو مندرجہ ذیل چار حلقوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(۱) شمالی ہندوستان، یعنی پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان، کشمیر اور دہلی۔

(۲) مشرقی ہندوستان، یعنی یوپی، بہار، اڑیسہ، بنگال اور آسام

(۳) مغربی و وسطی ہندوستان، یعنی راجپوتانہ، مالوہ، بمبئی، سی پی اور

برار۔

(۴) جنوبی ہندوستان، یعنی مدراس، میسور، اور حیدرآباد۔

۲۔ ان میں سے ہر حلقے کا اجتماع ہر سال منعقد کیا جائے، اس اجتماع میں حلقہ متعلّقہ کے تمام ارکان کی شرکت لازم ہو الّا یہ کہ کوئی عذرِ شرعی مانع ہو۔

۳۔ جماعت کا اجتماعِ عام بھی ہر سال منعقد کیا جاتا رہے، مگر اسے مذکورہ حلقہ وار اجتماعات میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا کر منعقد کر لیا جائے۔

۴۔ جس حلقہ وار اجتماع کے ساتھ جماعت کا اجتماعِ عام منعقد کیا جا رہا ہو اس میں حلقہ متعلقہ کے تو تمام ارکان کو لازمًا شریک ہونا پڑے گا (الّا یہ کہ انہیں کوئی عذرِ شرعی مانع ہو) مگر دوسرے حلقوں کے صرف قیّم صاحبان، مقامی جماعتوں کے امرا اور جہاں مقامی جماعت میں دس یا دس سے زائد ارکان موجود ہوں، وہاں سے مقامی امیر کے علاوہ ہر دس ارکان میں سے ایک منتخب نمائندے کی شرکت ضروری ہوگی۔ باقی ارکان کے لیے اجتماعِ عام کی حاضری لازم نہیں بلکہ اختیاری ہوگی۔

۵۔ اجتماعِ عام کے اعلان کے ساتھ وہ ضروری ہدایات بھی شائع کر دی جایا کریں گی جنھیں شرکاءِ اجتماع کو سفر اور اجتماع گاہ میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ نیز ہمدرد حضرات سے بھی مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ ہمارے اجتماعات میں ہمارے نظم کی ویسی ہی پابندی کریں جیسی ارکانِ جماعت کرتے ہیں۔

ب: اجتماعِ عام کا پروگرام | ۱۔ اجتماعِ عام سے ایک روز قبل مجلسِ شوریٰ کا اجلاس کر کے اجتماع کا پروگرام اور دوسرے ضروری مسائل طے کر لیے جایا کریں۔

(۲) اجتماع کا پروگرام حسبِ دستور سابق تین دن کا رہے گا اور اجتماع کو دو

قسم کے اجلاسوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۱) اجلاسِ عام جس میں ارکان اور ہمدرد اور عام زائرین، سب شریک ہوں۔

(۲) اجلاسِ خاص جس میں صرف ارکانِ جماعت ہی شریک ہوں۔

۳۔ اجلاسوں کی تقسیم حسبِ ذیل ہوگی۔

پہلا دن: (۱) صبح ... ... اجلاسِ عام

(۲) سہ پہر ... ... اجلاسِ خاص

دوسرا دن: (۱) صبح ... ... اجلاسِ عام

(۲) سہ پہر ... ... "

تیسرا دن: (۱) صبح ... ... اجلاسِ خاص

(۲) سہ پہر ... ... "

(۳) رات ... ... جلسۂ عام

جلسۂ عام میں اپنی دعوت کو تمام لوگوں کے سامنے بلا تمیزِ مذہب پیش کیا جائے گا۔

(۴) اجتماع کے بعد اگر ضرورت محسوس ہو تو ارکانِ مجلس شوریٰ کو ایک روز ٹھہرا کر شوریٰ کا اجلاس کر لیا جائے گا تاکہ اجتماع کے دوران میں جو امور قابلِ غور سامنے آئے ہوں، ان پر غور و فکر کر لیا جائے۔

(۵) اجتماعِ عام میں قیمّ جماعت کی رپورٹ کے علاوہ صرف اس حلقے کے قیمّ صاحبان کی رپورٹیں پیش ہوں گی جس میں اجتماعِ عام منعقد کیا گیا ہو۔

(۶) جماعت کے جو لوگ اپنی دعوت کو تحریر و تقریر کے ذریعے پیش کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، ان کے لیے اجتماعِ عام سے پہلے خود ان کے مشورے سے مضامین اور عنوان تجویز کر دیے جائیں گے اور وہ اجتماع کے موقع پر اپنے مقالات اور

تقریروں کے ذریعے جماعت کی دعوت کو مختلف پہلوؤں سے پیش کریں گے۔

۷۔ حلقہ وار اجتماعات کا پروگرام بھی حتی الامکان وہی ہوگا جو اجتماعِ عام کے لیے اوپر تجویز کیا گیا ہے۔ نیز ان اجتماعات میں بھی صرف حلقہ، متعلقہ کے قیّم صاحبان ہی اپنی سالانہ رپورٹیں پیش کریں گے۔

۲۔ بیت المال کی تنظیم

مرکزی اور مقامی بیت المال چونکہ اب کافی ترقی کر گئے ہیں، اس لیے اب ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کا ایک ضابطہ مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ مجلسِ شوریٰ نے حسب ذیل ضابطے پر اتفاق کیا۔

(۱) مرکزی بیت المال ـــــ مرکزی بیت المال امیرِ جماعت کے تحتِ امر ہوگا۔ اس کے لیے ایک خازن اور ایک محاسب (اکاؤنٹنٹ) مقرر کیا جائے گا اور حتی الامکان کوشش کی جائے گی کہ ایک سے زائد منصب ایک ذات میں جمع نہ ہوں۔

۲۔ مرکزی بیت المال کا محاسب صرف اسی بیت المال کا محاسب نہ ہوگا بلکہ اس کا کام مقامی بیت المالوں کے حسابات کی جانچ کرنا اور ان کا ریکارڈ بھی رکھنا ہوگا۔

۳۔ مرکزی بیت المال کے حسابات کی جانچ ہر سال کے خاتمے پر کسی قابلِ اعتماد ماہرِ حسابات سے کرائی جاتی رہے گی۔

۴۔ ہر سال جماعت کے حسابات مجلسِ شوریٰ کے سامنے، اور اگر ممکن ہو تو اجتماعِ عام میں پیش کیے جاتے رہیں گے اور ہر رکنِ جماعت کو ان پر تنقید کا حق ہوگا۔

نیز ہر رکنِ جماعت کو ہر وقت یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہے مرکزی بیت المال کے حسابات کی جانچ کا مطالبہ کرے۔

۵۔ مرکزی بیت المال میں جتنی رقوم وصول ہوں گی، ان کی باقاعدہ رسیدیں جاری کی جائیں گی، اور یہ رسیدیں امیرِ جماعت یا ان کے نائب کے دستخط سے جاری ہوں گی۔ نیز بیت المال سے جو رقوم صرف ہوں، ان کی بھی رسیدیں حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے گا، الّا یہ کہ ایسا ہونا ممکن نہ ہو۔

۶۔ خازن اور محتسب (AUDITOR) کا انتخاب مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے کیا جائے گا۔

۷۔ بیت المال کے مصارف امیرِ جماعت کی منظوری سے ہوں گے اور امیرِ جماعت کو اختیار ہوگا کہ مرکز کے مختلف شعبوں کے ذمہ دار کارکنوں کو جتنی رقم باختیارِ خود صرف کرنے کی اجازت مناسب سمجھے، دے۔

۸۔ بیت المال اور اس کے مصارف کے لیے امیرِ جماعت پوری جماعت کے سامنے جواب دہ ہوگا۔

نوٹ: مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے جناب محمد عبد الجبّار صاحب غازی کو مرکزی بیت المال کا خازن اور جناب اے، آر صوفی صاحب کو محتسب منتخب کیا گیا۔

یہ انتخاب ایک سال کے لیے ہے۔

مقامی بیتُ المال

(۱) ہر مقامی جماعت کا بیت المال مقامی امیر کے تحتِ امر ہوگا۔

(۲) اگر ممکن ہو تو ہر مقامی جماعت کو اپنے ارکان میں سے ایک خازن اور

ایک محاسب (اکاؤنٹنٹ) منتخب کرنا چاہیئے اور اس امر کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ خازن اور محاسب کے منصب ایک شخص میں نہ جمع ہونے پائیں۔ نیز خازن اور محاسب مقامی امیر جماعت کے علاوہ دوسرے لوگ ہوں۔

اگر کوئی مقامی جماعت اتنی مختصر ہو کہ یہ منصب الگ الگ نہ قائم کیے جا سکیں تو عارضی طور پر جو انتظام بھی ممکن ہو کر لیا جائے۔ مگر جماعت کے بڑھ جانے کی صورت میں جلدی سے جلدی بیت المال کے انتظام کی مذکورہ بالا صورت اختیار کر لینی چاہیئے۔

(۳) بیت المال میں جو رقوم وصول ہوں، ان کی باقاعدہ رسیدیں جاری کرنے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ کوئی رقم ایسی نہ ہو جس کی رسید نہ جاری کی گئی ہو۔

۴۔ مقامی بیت المال کا ذمہ دار اگرچہ مقامی امیر ہو گا لیکن بیت المال کے مصارف کے سلسلے میں مقامی امیر کو حتی الامکان اپنی جماعت کے مشورے سے کام کرنا چاہیئے اور اگر کسی موقع پر کسی ہنگامی ضرورت کے لیے مقامی امیر کوئی رقم صرف کرے تو وہ قریب کے ہفتہ وار اجتماع میں مقامی جماعت کے علم میں آجانی چاہیئے۔

اگر کسی رقم کے صرف پر مقامی جماعت اعتراض کرے، تو اس معاملے میں مرکز کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۔ ہر مقامی امیر کو بیت المال کے حسابات اپنی جماعت کے سامنے ماہوار پیش کرنے چاہئیں۔ اور مقامی جماعت کو ان پر آزادانہ تبصرے کا موقع دینا چاہیئے۔ نیز ہر رکن جماعت کو ہر وقت یہ حق حاصل ہونا چاہیئے کہ وہ جب چاہے مقامی امیر سے بیت المال کے حساب جانچنے کا مطالبہ کرے۔

۶۔ ہر مقامی جماعت کو اپنے سہ ماہی حسابات پابندی سے مرکز میں بھیجنے

چاہییں۔ اور یہ حسابات مقامی رپورٹوں میں نہ شامل کر دیئے جائیں بلکہ الگ کاغذ پر لکھ کر بھیجے جائیں۔

۷۔ اگر کسی مقامی بیت المال میں اتنی رقم جمع ہو جائے جو مقامی ضروریات سے زیادہ ہو تو یہ زائد رقم مرکزی بیت المال میں بھیج دی جایا کرے۔

ا: یہ فیصلہ کرنا کہ مقامی ضروریات سے زائد رقم کیا ہے اور کتنی ہے، مقامی جماعت ہی کا کام ہوگا جس کو وہ باہمی مشورے سے طے کرے گی۔

ب: مرکز کو یہ حق ہوگا کہ اگر کسی وقت اس کو روپے کی ضرورت ہو تو وہ مقامی جماعتوں سے مدد طلب کرے اور اس صورت میں مقامی جماعتوں کو بہت سی مقامی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے بھی اپنے بیت المالوں سے مرکز کی امداد کرنی ہوگی۔

۸۔ اگر کسی مقامی جماعت کو اپنی ضروریات کے لیے مرکز سے مدد کی ضرورت ہو تو وہ اپنی ضروریات ظاہر کر کے امیر جماعت سے مدد کی درخواست کر سکتی ہے۔

۹۔ ایک مقامی بیت المال سے دوسرے مقامی بیت المال میں کوئی رقم مرکز کی منظوری کے بغیر نہیں جانی چاہیئے۔

نوٹ: رسید بکیں مرکز سے طبع کروا کر مقامی بیت المالوں میں بھیجی جائیں گی۔

مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس ساڑھے بارہ بجے ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

مجلس شوریٰ کا دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر تین بجے سہ پہر شروع ہوا، اور ایجنڈا کی شق نمبر ۳ سے کارروائی شروع ہوئی۔

۳۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں جماعت کی پالیسی

اس مسئلے پر بہت طویل اور مفصّل گفتگو اور غور و فکر کے بعد حسبِ ذیل امور طے کیے گئے۔

۱۔ ہندوستان کے موجودہ حالات اور عام سیاسی فضا پر ایک مفصّل اور مدلّل اور مبنی بر انصاف بیان شائع کیا جائے کہ ہماری رائے میں یہ حالات اور یہ سیاسی فضا کس چیز کا نتیجہ ہے اور ایک حق پرست انسان کو اس وقت کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ یہ بیان امیرِ جماعت مرتب کر کے شائع کریں گے۔

۲۔ موجودہ فرقہ وارکش مکش کے سلسلے میں اگر عام مسلمان ہڑتالیں کریں تو موجودہ سیاسی جماعتوں میں سے کسی کے سیاسی احتجاج میں شرکت کی نیت سے نہیں، بلکہ صرف شر سے بچنے کی نیت سے جماعت کے تاجر اور صنعت پیشہ ارکان بھی اپنی دکانیں بند کر دیا کریں۔ نیز جہاں شر کا اندیشہ ہو وہاں غیر مسلموں کی ہڑتالوں کے موقع پر بھی ایسا ہی عمل کیا جائے۔

۳۔ ہم سے سوال کیا گیا ہے کہ اگر مسلم لیگ اپنے ڈائرکیٹ ایکشن کی پالیسی پر عمل درآمد کرے اور اس سلسلہ میں مالیہ اور ٹیکس نہ دینے یا ملازمتیں ترک کرنے کے احکام عام مسلمانوں کو دے تو جماعت کا رویہ کیا ہوگا؟ اس معاملے میں عملاً جن ہدایات کی ضرورت ہے، وہ تو عملاً اس وقت دی جائیں گی جب فی الواقع ایسی کوئی صورت رونما ہوگی، لیکن سرِدست ہم اصولی طور پر اپنی پالیسی واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

غیر اسلامی نظامِ حکومت کو غلط اور باطل اور فاسد اور اس سے تعاون کو

حرام جاننے کی حد تک ہمارا جو مسلک ہے اس کو ہم بارہا واضح کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کی سیاسی جماعتیں اگر اس نظام حکومت سے کسی موقع پر عدم تعاون یا ترکِ تعلق کریں گی تو صرف ایک سیاسی تدبیر کے طور پر کریں گی نہ کہ ایک مستقل دینی عقیدے کی حیثیت سے، لیکن ہمارا تو قطعی اور مستقل دینی عقیدہ ہی یہی ہے کہ ہر وہ نظام حکومت باطل ہے جو خداوندِ عالم کی اطاعت اور اس کے قانون شرعی کی پیروی پر مبنی نہیں ہے۔ رہا عملی طور پر اس سے عدم تعاون اور قطع تعلق، تو اس معاملہ میں ہمارے دستورِ جماعت کی رو سے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ ایسے کسی نظام حکومت کے ساتھ تعاون کی نیت سے تعاون کرنا حرام ہے اور مستقل طور پر حرام ہے نہ کہ کسی سیاسی شکایت کی بنا پر، اور ایسا تعلق جو اسلامی انقلاب کی جدّوجہد کے لیے ناگزیر یا مددگار ہو، حلال ہے بلکہ بعض صورتوں میں لازم بھی ہے اور ایسا تعلق جو محض شخصی اضطرار کے طور پر کسی شخص کو رکھنا پڑے (مثلاً ملازمت یا ٹیکس یا مالیہ دینا وغیرہ) مجبوراً صرف اس وقت تک گوارا کیا جا سکتا ہے۔ جب تک کوئی شخص اس سے بچنے پر عملاً قادر نہ ہو، اور ایسے تعلق سے اجتناب جب کبھی ہو، حرام سے بچنے کی نیت سے ہونا چاہیئے نہ کہ کسی قومی یا سیاسی شکایت پر احتجاج کی نیت سے۔ بہرحال اس معاملے میں ہمارا اور سیاسی جماعتوں کا ساتھ کسی طرح نبھ نہیں سکتا۔ کیوں کہ ہم حرام و حلال کے حدود شریعت سے لیتے ہیں اور یہ حدود مستقل ہیں اور وہ ان امور کا فیصلہ سیاسی مصلحتوں اور ضرورتوں کی بنیاد پر کرتے ہیں اس لیے ان کے ہاں ایک چیز آج حلال اور کل حرام اور پرسوں پھر حلال ہو جاتی ہے۔

۴۔ یہ سوال بھی کیا جا رہا ہے کہ اگر کہیں فسادات رونما ہوں تو ہم کیا رویہ اختیار کریں۔ اس سلسلے میں عام ہدایات اس سے پہلے "ترجمان القرآن" میں

دی جا چکی ہیں۔ اب مجلسِ شوریٰ کافی غور و خوض کے بعد حسب ذیل ہدایات دیتی ہے:

(ا) عام فساد کی حالت میں ارکانِ جماعت کے لیے اپنے تحفظ کا سب سے بڑا ذریعہ ان کا اپنا اخلاقی رویہ اور ان کا قومی و نسلی تعصبات سے بالاتر رہ کر خیر و صلاح کی عملاً دعوت دینا ہے۔ اس معاملے میں ارکانِ جماعت جتنے زیادہ راست رو اور بے شر ہوں گے اور جس قدر زیادہ بھلائی کرنے اور بھلائی کی طرف دعوت دینے میں سرگرم ہوں گے، اسی قدر زیادہ فتنۂ عام کی آگ سے ان کا محفوظ رہنا متوقع ہے اور جس قدر زیادہ بے عمل رہیں گے اسی قدر زیادہ خطرے میں رہیں گے۔

(ب) اگر فساد کی حالت میں کوئی رکن جماعت گھِر جائے اور اس پر حملہ کیا جائے تو حتی الامکان اسے حملہ آوروں کو نصیحت کرنی چاہیئے اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو وہ اپنی مدافعت کے لیے ہاتھ اٹھا سکتا ہے۔ اس صورت میں اگر اس کے ہاتھ سے کوئی مارا جائے تو مقتول کے خون کی ذمہ داری شرعاً خود مقتول ہی پر ہوگی۔ مدافعت میں ہاتھ اٹھانے والا عنداللہ بری ہوگا، اور اگر مدافعت کرنے والا خود مارا جائے تو وہ انشاءاللہ شہید ہوگا۔

(ج) اگر کسی رکنِ جماعت کے سامنے ہندوؤں یا مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی مظلوم پر دست درازی کر رہا ہو تو اس کو روکنے اور مظلوم کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے، حتیٰ کہ اس سلسلے میں خود اپنی جان بھی خطرے میں پڑ جائے تو اس خطرے کو انگیز کر لیا جائے۔

(د) فساد کی حالت میں اگر کوئی شخص یا خاندان خطرے میں مبتلا ہو، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور خواہ وہ خود پناہ مانگے یا نہ مانگے، اپنی طرف سے کوشش کر کے اسے اپنی پناہ میں لے لیا جائے اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر بھی

اس کی حفاظت کی جائے۔

(س) فسادات کے زمانے میں جب کبھی اور جہاں کہیں موقع ملے عامۃ الناس کو اور اگر ممکن ہو تو فسادات بھڑکانے والے سرغنوں کو سمجھانے کی کوشش کی جائے، ان کو خدا سے ڈرایا جائے، اگر مسلمان ہوں تو ان کو دین کا حقیقی مقصد اور اس کے حصول کا صحیح طریقہ بتایا جائے اور ان پر یہ واضح کیا جائے کہ یہ قومی کش مکش اور اس کے لیے یہ فساد کسی درجے میں بھی عنداللہ مقبول نہیں ہے اور اگر غیر مسلم ہوں تو ان پر نیشنلزم کے بُرے نتائج واضح کیے جائیں۔

(ص) عام نوعیت کی معاشی ہڑتالیں اگر کہیں ہوں اور ہمارے ارکانِ جماعت ان کی لپیٹ میں آتے ہوں تو انھیں کام چھوڑنے کی حد تک تو ہڑتال میں حصہ لینا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ اپنا مسلک بھی صاف کر دینا چاہیے۔ ان کو کہنا چاہیے کہ ہم ہڑتال صرف جھگڑے سے بچنے کے لیے کر رہے ہیں ورنہ ہم دونوں فریقوں میں یہ یہ خرابیاں پاتے ہیں، ان کی فلاں فلاں باتیں حق و انصاف پر مبنی ہیں، فلاں فلاں باتیں حق و انصاف کے خلاف ہیں اور ہماری جماعت معاشی انصاف اور اجتماعی عدل کے قیام کے لیے خود اپنا ایک مستقل نظریہ رکھتی ہے۔

(مجلسِ شوریٰ کا یہ اجلاس شام کے پانچ بجے ختم ہوا)

تیسرا اجلاس

(بتاریخ ۱۶ ستمبر ۴۶ء بروز منگل)

۱۶ ستمبر ۴۶ء کو مجلسِ شوریٰ کا کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوا۔ کیوں کہ تقریباً سب لوگ ابوالعرفان صاحب مرحوم کی تجہیز و تکفین کے لیے ٹبری، متصل گورداس پور

چلے گئے تھے۔

مرحوم کی لاش کی دستیابی کی اطلاع صبح ساڑھے آٹھ بجے کے قریب بذریعہ ٹیلیفون دارالاسلام پہنچی اور اسی وقت سب لوگ ٹبری روانہ ہو گئے۔ مرحوم کو اسی روز عصر کے وقت موضع چاوا کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ یہ قبرستان ٹبری کے بنگلہ نہر کے جنوب مشرق کی جانب کوئی ایک میل کے فاصلے پر لبِ سڑک واقع ہے۔

مجلسِ شوریٰ کا تیسرا اجلاس ۷، ستمبر کو صبح ۹ بجے شروع ہوا اور اس میں ایجنڈا کی شق نمبر ۴ سے کارروائی کا آغاز ہوا۔

۴۔ ترجمان القرآن کی ملکیت کے انتقال کا مسئلہ

جون ۴۶ء میں امیرِ جماعت نے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ رسالہ ترجمان القرآن کو بلا کسی معاوضے کے جماعت کی ملکیت میں دے دینا چاہتے ہیں اور آئندہ اس رسالے کی ادارت کا فریضہ بھی بلامعاوضہ انجام دیں گے۔ اس موقع پر مجلسِ شوریٰ کے بعض ارکان نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ آئندہ مجلسِ شوریٰ کے اجتماع تک انتظار کریں۔ چنانچہ اب مجلس شوریٰ کے سامنے انھوں نے پھر اپنے اس ارادے کا اظہار کیا۔ مجلس نے اس معاملے کے جملہ پہلوؤں پر غور کیا اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچی کہ یہ معاملہ مزید غور چاہتا ہے اس لیے اس کو سر دست ملتوی کر دیا جائے۔

۵۔ تربیت گاہ کا پروگرام

ناظمِ تربیت گاہ نے اس ادارے کی مختصر تاریخ اور اس کا موجودہ پروگرام مجلس شوریٰ کے سامنے بیان کیا اور پھر امیر جماعت نے مزید تشریح کی اور اس کے اب تک کے نتائج کو بھی پیش کیا۔

مختلف ارکانِ شوریٰ نے مختلف مشورے دیئے، جن کو انشاء اللہ تربیت گاہ کے پروگرام میں ملحوظ رکھا جائے گا۔

۶۔ امیرِ جماعت کی عدم موجودگی میں نظمِ جماعت کا مسئلہ

مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے امیرِ جماعت نے طے کیا کہ ان کی عدم موجودگی میں مولانا امین احسن صاحب اصلاحی بطور نائب امیر کے کام کریں گے اور اس دوران میں صرف مرکز ہی میں نہیں بلکہ پوری جماعت میں ان کے اختیارات وہی ہوں گے جو امیرِ جماعت کے ہیں۔

نوٹ: امیرِ جماعت کو گزشتہ سال بھر کے یونانی اور ہومیوپیتھک اور دوسرے علاجوں کے باوجود کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ گردے میں پتھری اسی مقدار میں موجود ہے جس مقدار میں دسمبر ۴۵ء میں موجود پائی گئی تھی۔ اب آپریشن کا پختہ ارادہ کر لیا گیا ہے اور وہ اس کی تیاری کے لیے ۲۵ ستمبر کو شملہ روانہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں خیریت سے واپس لائے۔

(مجلسِ شوریٰ کا یہ اجلاس ساڑھے بارہ بجے دوپہر ختم ہوا۔)

چوتھا اجلاس

مجلسِ شوریٰ کا چوتھا اجلاس بعد نماز ظہر تین بجے سہ پہر شروع ہوا اور اس میں حسبِ ذیل کارروائی ہوئی

۷۔ حکومت کی روز افزوں اجتماعی تصرّف کی پالیسی کے پیشِ نظر افرادِ جماعتِ اسلامی کے لیے معاشی لائحۂ عمل

اس مسئلے پر غور و فکر اور مفصّل گفتگو کے بعد مجلسِ شوریٰ نے طے کیا کہ ہندوستان میں حکومت جس رفتار سے صنعتوں اور تجارتوں اور دوسرے وسائلِ ثروت پر اجتماعی تصرف (SOCIALISATION) قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے، اس پر اور اس کے نتائج پر جماعت کی طرف سے امیرِ جماعت ایک بیان مرتب کر کے شائع کریں اور جلدی سے جلدی مرکز میں جماعت کے ایسے لوگوں کی ایک کانفرنس (مجلس مشاورت) منعقد کی جائے جو معاشی معاملات میں بصیرت رکھتے ہوں اور یہ رائے قائم کی جائے کہ اس اجتماعی تصرف کے پایۂ تکمیل کو پہنچنے سے پہلے تحریکِ اسلامی کے حامیوں کی آزادیِ حیات اور آزادیٔ ضمیر برقرار رکھنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس مقصد کے لیے جماعت کے ہمدردوں کو بھی مشاورت میں شامل کر لیا جائے۔

۸۔ خطابِ عام کا معاملہ

تحریکِ اسلامی اب اس مرحلے کے قریب پہنچ گئی ہے جہاں اسے عامۃ النّاس کو خطاب کرنا ہوگا، اس موقع پر جماعت کی صحیح نمائندگی کے لیے ضروری ہے کہ جماعت کے وہی لوگ خطابِ عام کا کام کریں جو اس کے اہل ہوں۔ لہٰذا مجلسِ شوریٰ نے طے کیا کہ پیشتر اس کے کہ کسی رکنِ جماعت کو خطابِ عام (خطبۂ جمعہ بھی اس میں شامل ہے) کی اجازت دی جائے اس کے متعلق یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ وہ جماعت کی صحیح نمائندگی کر سکتا ہے۔ اس غرض کے لیے حسبِ ذیل سوالات مرتب کر کے مقامی جماعتوں اور منفرد ارکان کو بھیج دیے جائیں، اور جو

لوگ خطاب عام کا بھی کام کرنا چاہتے ہوں یا کرتے ہوں، ان سے ان سوالات کا تحریری جواب طلب کیا جائے :

(۱) کیا آپ تقریر کے ذریعے سے جماعت کے مسلک کی صحیح نمائندگی کر سکتے ہیں ؟

(۲) کیا آپ تقریر کے دوران میں اپنے موضوع سے ہٹ تو نہیں جاتے ؟

(۳) کیا آپ میں اتنی اخلاقی جرأت ہے کہ اگر مجمع عام میں جب کہ آپ تقریر کر رہے ہوں۔ آپ سے کوئی ایسا سوال پوچھا جائے جس کا جواب دینے کی اہلیت آپ میں نہ ہو تو آپ صاف اعتراف کرلیں کہ آپ اس کا جواب نہیں دے سکتے ؟

(۴) کیا آپ میں اتنا تحمل ہے کہ اگر تقریر کے دوران میں آپ پر اشتعال انگیز اعتراضات اور حملوں کی بوچھاڑ کر دی جائے تو اپنے نفس پر قابو رکھ سکیں ۔

ان سوالات کے جوابات نہ صرف مقررین سے مانگے جائیں بلکہ مقامی جماعت کے دوسرے ارکان سے بھی دریافت کیا جائے کہ ان کے علم اور تجربے میں ایک مقرر مذکورہ بالا معیار پر کہاں تک پورا اترتا ہے ۔

امیرِ جماعت کے مقرر کردہ خطیبوں کا پہلا گروپ میدان میں آجانے کے بعد کسی دوسرے رکنِ جماعت کو بدون اجازتِ امیر جماعت خطاب عام کا حق نہ ہوگا ۔

۹۔ ضمنی مراکز کے لیے آبادکاری کے قواعد

اس مسئلے پر مجلسِ شوریٰ نے اپنے عالمِ دین رفقاء کے مشورے سے حسبِ ذیل امور طے کیے ۔

(۱) جتنے اوقاف ہندوستان کے مختلف حصّوں میں جماعت کی اغراض کے لیے کیے جائیں ان سب کے وقف نامے میں یہ شرط لازماً شامل ہونی چاہیے کہ ان کا متولّی امیرِ جماعت اسلامی بحیثیت عہدہ ہوگا اور کسی ایسے وقف کو قبول نہ کیا جائے جب تک واقف اس شرط پر راضی نہ ہو ۔

(۲) امیر جماعت کو اختیار ہوگا کہ ایسے تمام اوقاف کا انتظام عملاً کسی مقامی جماعت کے سپرد کر دے (اگر مقامی جماعت ہو) یا براہِ راست اپنے انتظام میں رکھے۔

(۳) ایسے اوقاف میں عمارات بنانے اور دوسری طرح انھیں استعمال کرنے کے لیے جس کو جو اجازت بھی دی جائے گی، شریعت کے قانونِ وقف کے ماتحت دی جائے گی۔

۱۰۔ ہمدردوں کی تنظیم کا مسئلہ

مجلس شوریٰ کے مشورے سے امیر جماعت نے طے کیا کہ تمام جماعتوں اور منفرد ارکان کو ہدایات بھیجی جائیں کہ وہ اپنے نواح میں جماعت کے ہمدردوں اور متاثرین کی فہرستیں بنائیں اور آئندہ جو جو اصحاب مسلموں یا غیر مسلموں میں سے متاثر ہوتے جائیں یا ارکان کے علم میں آئیں کہ وہ متاثر ہیں، ان کے نام بھی نوٹ کیے جاتے رہیں۔

(ا) ان فہرستوں کو ارکان انفرادی طور پر مرتب کرتے رہیں اور وقتاً فوقتاً مقامی امیر کے پاس ان کو یکجا نوٹ کراتے رہیں، پھر مقامی امرار اس مکمل فہرست کو اپنی سہ ماہی رپورٹوں کے ساتھ اپنے حلقہ کے قیم کو بھیج دیا کریں کہ اس سہ ماہی میں کون کون لوگ متاثر ہوئے ہیں یا متاثرین میں سے علم میں آئے ہیں۔

نوٹ: مقامی امرار کی سہ ماہی رپورٹوں سے مراد محرم، ربیع الثانی، رجب اور شوال کی رپورٹیں ہیں۔

(ب) اس امر کی سخت احتیاط ملحوظ رکھی جائے کہ ان ہمدردوں یا متاثرین کو کہیں اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا موقع نہ دے دیا جائے کہ جماعت کے نظم میں ان کا کوئی مقام ہے یا جماعت میں داخل ہوئے بغیر محض ہمدردی کا مرتبہ بھی کسی کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

(ج) ارکان اور مقامی امرار فہرستوں میں نام درج کرنے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی نوٹ کرتے جائیں کہ کوئی شخص کس درجے میں ہمدرد ہے، جماعت کے کام میں کس حد تک، اس کی

ہمدردی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اس کے خیالات اور زندگی کس حد تک تحریک سے متاثر ہیں۔

(د) ارکانِ جماعت کو ان متاثرین کے ساتھ اپنے روابط بڑھانے چاہییں اور کوشش کرنا چاہیئے کہ ان کو جماعت سے قریب تر لائیں اور ان کے حلقے میں جماعت کی دعوت کو پھیلانے کے لیے ان سے کام لیں۔ وقتاً فوقتاً ان کو اپنی مخصوص اجتماعی مصروفیات (مثلاً اجتماعات وغیرہ) میں مدعو بھی کیا جاتا ہے۔

۱۱۔ عشر کا مسئلہ

مختلف مقامات سے ہمارے پاس یہ سوال آیا ہے کہ جماعت کے دستور العمل کی رو سے ارکانِ جماعت اپنی زکوٰۃ بیت المال میں داخل کرنے پر مامور ہیں، تو کیا زمیندار و کاشتکار ارکان کو اپنی زمینوں کی پیداوار کا عشر بھی بیت المال میں داخل کرنا چاہیئے؟ چونکہ ہندوستان کے علماء بالعموم یہ مسلک رکھتے ہیں کہ یہاں کی زمینیں خراجی ہیں اور یہاں عشر واجب نہیں ہے اس لیے ارکانِ جماعت اس معاملے میں مذبذب ہیں۔

مجلسِ شوریٰ کے انعقاد سے پہلے ہی یہ مسئلہ استصواب رائے کے لیے جماعت کے مختلف علماء کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور جو رائیں اس کے جواب میں آئی تھیں وہ سب مجلسِ شوریٰ کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ اس کے بعد مجلسِ شوریٰ کے علماء ارکان نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ:

> "کسی غیر اسلامی حکومت کو مالیہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ لہٰذا جماعت کے جو ارکان زمینیں رکھتے ہیں یا زراعت کا کام کرتے ہیں، ان کو اپنی پیداوار کی زکوٰۃ (عشر) بیت المال میں داخل کرنی ہوگی۔"

*

۱۲۔ اجتماعی اغراض کے لیے املاک کی خرید و فروخت کے لیے رجسٹری شدہ مجلس (REGISTERED BODY) کا قیام

چونکہ ہندوستان میں کوئی جماعت یا انجمن جب تک رجسٹری شدہ جماعت (REGIS-TERED BODY) کی شکل اختیار نہ کرے کوئی املاک نہ خرید سکتی ہے اور نہ اس کے انتقال کے بارے میں کوئی دوسری کارروائی کر سکتی ہے، اس لیے اجلاس کے دوران میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اس معاملے پر بھی غور کیا جائے۔ چونکہ جماعتی کام کی مزید توسیع کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے مختلف حصّوں میں زمینیں حاصل کی جائیں۔ چنانچہ معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ طے ہوا کہ جماعت کے معتمد علیہ ارکان کی ایک سوسائٹی (مجلس) اس غرض کے لیے بنادی جائے کہ وہ اپنے آپ کو ایک رجسٹرڈ باڈی کی شکل دے لے۔ اور یہ رجسٹرڈ باڈی اس غرض کے لیے ہو کہ جماعت کی اغراض کے لیے جو زمینیں ہمیں خریدنی پڑیں۔ وہ سب اس باڈی کے نام پر خریدی جائیں۔

مجلسِ شوریٰ کا یہ اجلاس تقریباً ساڑھے نو بجے شام ختم ہوا، درمیان میں صرف نمازِ عصر کے لیے وقفہ کیا گیا۔

*

ہدایات دربارۂ بیت المال

امیرِ جماعت نے مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے یہ طے کیا ہے کہ:

(۱) وہ تمام ارکانِ جماعت جو صاحبِ نصاب ہوں، اپنی زکوٰۃ (عشر کا بھی یہی حکم ہے) لازماً بیت المال میں داخل کریں۔ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ اپنے اقارب یا کسی دوسرے مخصوص مستحق فرد یا افراد کو پہلے سے دیتا رہا ہو اور اس کی رائے میں زکوٰۃ وہیں دینا ضروری اور مناسب ہو، تو اس کو بھی لازم ہے کہ پہلے اپنی زکوٰۃ بیت المال میں داخل کرے اور پھر مقامی امیر جماعت کو ان مستحقین کی فہرست دے کر، خواہ جماعت کے ذریعے سے یا بیت المال سے مانگ کر، خود یہ رقم مستحقین کو پہنچا دے۔ مگر وہ فہرست دینا امر کی حیثیت سے نہیں ہوگا بلکہ اس کی حیثیت مشورے اور سفارش کی ہوگی۔

(۲) ہر مقام کی جماعت اپنے گرد و پیش کی آبادی کا جائزہ لے کر معلوم کرے کہ اس میں زکوٰۃ کے مستحقین کون کون لوگ ہیں، مساکین، یتیم، بچے، بیوہ عورتیں، اپاہج اور ایسے بے روزگار لوگ جو کچھ مدد پا کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں، ان کی فہرست بنالی جائے اور ان کو زکوٰۃ پہنچانے کا باقاعدہ انتظام کیا جائے۔ اگر بیت المال میں زکوٰۃ کی رقوم اس کے لیے کافی ہوں تو باہمی مشورے سے ان لوگوں کے ماہوار وظیفے مقرر کر دیے جائیں۔ ورنہ یکمشت ان میں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کر دی جائے، لیکن مسافروں کی اعانت اور غریبوں کی ہنگامی اور وقتی ضروریات مثلاً بیماری، تجہیز و تکفین اور حوادث کی صورت میں مدد کی گنجائش رکھی جائے، نیز زکوٰۃ کی اس تقسیم میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ ہمیں نہ صرف ان لوگوں کی مدد کرنی ہے بلکہ اس مدد کو ان کی اخلاقی اور دینی اصلاح کے لیے بھی استعمال کرنا ہے۔ تقسیم زکوٰۃ کے

سلسلے میں یہ احتیاط بھی ملحوظ رکھی جائے کہ جن لوگوں کی مدد بیت المال سے کی جائے ان کو شخصی طور پر اپنا ممنون کرنے یا ان پر اپنا ذاتی اثر قائم کرنے کا شائبہ تک ہمارے کارکنوں کی نیتوں میں شامل نہ ہونے پائے اور نہ اصلاح میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے وہ اُجرت کی نماز پڑھنے لگیں۔

(۳) زکوٰۃ کی مد سے جماعت کے کام بھی کیے جا سکتے ہیں مثلاً:

(ا) دعوتِ دین کے سلسلے میں سفر کے مصارف، یا

(ب) غریب لوگوں میں، جو ہمارا لٹریچر خریدنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، لٹریچر کی مفت اشاعت، یا

(ج) جو لوگ جماعت کے کام میں اپنا پورا وقت دینے ہوں ان کے ذاتی مصارف کی کفالت۔

اس سلسلے میں اگر کسی موقع پر مزید تفصیلات یا ہدایات کی ضرورت محسوس ہو تو وہ امیرِ جماعت سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔